یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ادارۂ شرعیہ بہار کا ترجمان
پندرہ روزہ
رفاقت
پٹنہ ۶
مفتی اعظم نمبر
چیف ایڈیٹر
ارشد القادری
Md. Mushtaque c/o Khurshid
Aluminium shop
New Market
Patna 1
Md. Nasim Akhtar c/o Jamal
G.B. Road Gaya (Bihar

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

     /makhtarraza1011

ادارۂ شرعیہ بہار کا ترجمان

پندرہ روزہ

طبع پٹنہ

جلد نمبر ۱ | مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء | قیمت تین روپئے | شمارہ نمبر ۳-۴

زر تعاون

عام خریداروں سے
۲۵ روپئے

خصوصی معاونین سے
۵۰ روپئے

سرپرستوں سے
۱۰۰ روپئے

لائف ممبروں سے
۱۰۰۰ روپئے

از تبرکات حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

تو شمع رسالت ہے عالم ترا پروانہ
تو ماہ جلالت ہے اے جلوۂ جانانہ

جو ساقی کوثر کے چہرے سے نقاب اٹھے
ہر دل بنے میخانہ ہر آنکھ ہو پیمانہ

دل اپنا چمک اٹھے ایمان کی طلعت سے
ہوں آنکھیں بھی نورانی اے جلوۂ جانانہ

سرشار مجھے کر دے اک جام لبالب سے
تا حشر رہے ساقی آباد یہ میخانہ

ہر پھول میں بو تیری ہر شمع میں ضو تیری
بلبل ہے ترا بلبل پروانہ ہے پروانہ

سنگ در جاناں پر کرتا ہوں جبیں سائی
سجدہ نہ سمجھ زاہد سر دیتا ہوں نذرانہ

گر پڑ کے یہاں پہنچا مر مر کے اسے پایا
چھوٹے نہ الٰہی اب سنگ در جانانہ

آباد اسے فرما ویراں ہے دل نوری
جلوے ترے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

خصوصی شمارہ

مفتی اعظم نمبر

تزئین و کتابت ــ طاہر فیضی

ترسیل زر کا پتہ ــ دفتر "رفاقت" ادارۂ شرعیہ بہار سلطان گنج پٹنہ ۶

(۱)
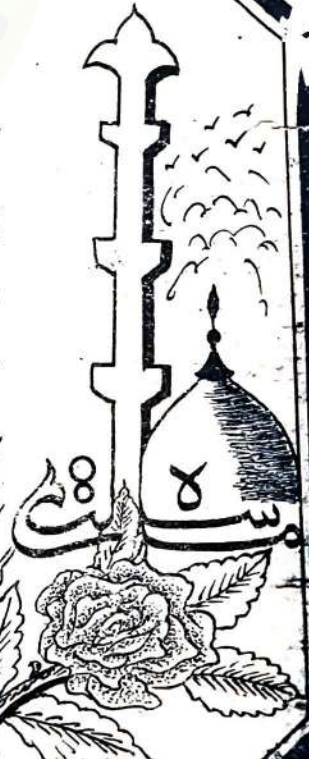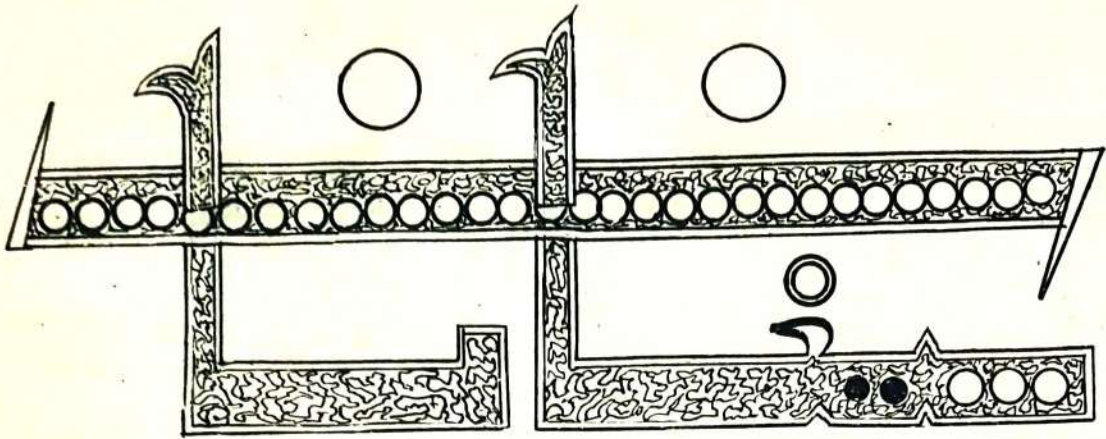
عزت مآب راجہ نصیر الدین حیدر خاں صاحب

وزیر محنت و روزگار حکومت بہار، پٹنہ

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب! مدیر اعلیٰ "رفاقت" پٹنہ

یہ بات انتہائی مسرت انگیز ہے کہ آپ "رفاقت" کا مفتی اعظم نمبر شائع کر رہے ہیں حضور مفتی اعظم سے مجھے بے پناہ عقیدت ہے، وہ میرے غریب خانہ پر بھی تشریف لا چکے ہیں۔ مجھے ان کی میزبانی کی سعادت بھی حاصل ہو چکی ہے۔ میرے خاندان کا سلسلہ بیعت بھی اسی مقدس خانوادے سے ہے ؎

جس گلستاں کے وہ گل تر ہیں
اس گلستاں کے خار ہم بھی ہیں

بلاشبہ مفتی اعظم کی گرامی شخصیت فیض بخش زمانہ تھی اور اس دور قحط الرجال میں ویسی متبع سنت ہستی کم نظر آتی ہے۔ انکی رحلت سے ہمیں کافی دکھ ہوا ہے اور ہم اس حادثہ جانکاہ کو قوم و ملک کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیتے ہیں۔

ربّ کریم ان کی تربت پاک پر رحمتوں کے پھول برسائے ؎

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(۲)

عزت مآب شمائل نبی صاحب

وزیر مملکت برائے تعلیم، حکومت بہار پٹنہ

محترم ایڈیٹر صاحب! سلام و رحمت!!

آپ اپنے اخبار کے ذریعہ حضور مفتی اعظم کے تمام نیازمندوں تک میرا پیغام پہونچا دیجئے کہ میں اس غم میں برابر کا شریک ہوں جو ان کی وفات پر ساری دنیا کو پہونچا ہے اور ہمارے ملک کا تو سب سے زیادہ نقصان ہوا کہ ہم ایک خدا رسیدہ اور تقدس مآب شخصیت سے محروم ہو گئے۔

میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ و الرضوان کو ایک صاحب ورع بزرگ، ایک متوکل درویش اور ایک جامع الصفات عالم دین سمجھتا ہوں اور ان کی جدائی سے مجھے انتہائی صدمہ پہونچا ہے۔

رب کریم انہیں مقامات بلند عطا فرمائے اور ان کے وابستگان مریدین اور متوسلین کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی کرے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(۳)

جناب پیر محمد انصاری صاحب ایم۔ایل۔اے

چیئرمین بہار پردیس سینا ہٹی سیل (کانگریس آئی) پٹنہ

حضور مفتی اعظم ہند ایک رفیع المرتبت بزرگ اور ایک جلیل القدر عالم دین تھے۔ آپ نے تمام زندگی ارشاد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا اور ہمیشہ حق کی سربلندی کے لئے توجہ صرف کرتے رہے۔

ان کی وفات وقت کا ایک زبردست المیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی دینی و تبلیغی کوششوں کا بہترین ثمرہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ملک و بیرون ملک میں ان کی وفات پر کروڑوں سوگواروں کی تعزیت کرتے ہوئے میں انہیں صبر کی تلقین کرتا ہوں۔

(۴)

جناب شمیم فاروقی صاحب

آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے، اس کا تصور ہی ہمارے لئے اور پوری ملت اسلامیہ کے لئے سوہان روح ہے ـــ مجھے اس کا بھی یقین ہے کہ آپ کی ذات گرامی زندگی میں جس طرح فیض رساں تھی، آغوش لحد میں روپوش ہو جانے کے بعد بھی آپ کا فیضان جاری رہے گا کیوں کہ آپ جیسے لوگ مرتے نہیں ہیں صرف نقل مکانی کر جاتے ہیں ؎

میرے جنازے پہ رونے والو! مرا نہیں ہوں بغور دیکھو
نبی سے ملنے کی آرزو میں لباس ہستی بدل گیا ہوں

رب کریم! آپ کو جنت الفردوس اور آپ کے نیازمندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ
مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء

نور کا چہرہ پھولوں کا بدن

تم نے ہر ذرہ میں برپا کر دیئے طوفان شوق
اک تبسم اس قدر جلووں کی طغیانی کیسا تھ؟

اس عہد کی ایک ایسی نادر الوجود ہستی جس کی ہر جان اسیر محبت، ہر روح سرشار عقیدت اور ہر زبان مداح تھی، اسی کو ہم عام بول چال میں "مفتی اعظم ہند" کہتے ہیں۔

دنیائے سنیت کے وہ کروڑہا کروڑ افراد جو اپنے آپ کو بریلوی کہتے ہیں ان میں سے ایک فرد بھی میرے علم میں ایسا نہیں ہے جو مفتی اعظم کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور ان کی سیادت و برتری کا معتقد نہ ہو لیکن فضل و کمال کا نقطۂ عروج یہ ہے کہ جو لوگ مسلک کی بنیاد پر حضرت مفتی اعظم سے اختلاف رکھتے تھے وہ بھی، اُن کے زہد و تقویٰ، اخلاص و للّٰہیت اور تصلب فی الدین کے معترف تھے۔

پچھلے دنوں انکی وفات پر ساری دنیا میں حزن و الم کا جو رقت انگیز مظاہرہ ہوا اور صرف چھتیس گھنٹے کے اندر جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے دنیا کے کونے کونے سے بریلی میں بارہ لاکھ عقیدت مندوں کا جو بے مثال ہجوم دیکھنے میں آیا اس نے دنیا کے مدبرین کو چونکا دیا ہے اور اب بے خبر حلقوں میں ہر طرف یہ سوال اٹھ رہا ہے ۔ کہ

مفتی اعظم کون تھے؟

ان کی آخر ذات شخصیت پر اتنے دلوں پر وہ کیسے پڑا رہ گیا۔

مفتی اعظم کون تھے؟ اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ وہ ایک سچے نائب رسول، ایک قدسی صفت بزرگ، اور ایک راسخ الاعتقاد مرد مومن تھے۔ وہ اخلاص و یقین اور عشق و وفا کا ایک پیکر جمیل تھے۔ وہ سلف صالحین کی ایک زندۂ تابندہ روایت تھے وہ ائمۂ اسلام اور مشاہیر امت کا نقش حیات تھے۔ وہ اولیاء اللہ کی برکت و فیضان کا جلوۂ زیبا تھے۔ وہ عقل و عشق، فقر و غنا، علم و عمل اور شریعت و طریقت کے دریاؤں کا سنگم تھے۔ وہ غوث الوریٰ کے الطاف و عنایات کا گہوارۂ فیض تھے۔ وہ امام ابو حنیفہ کی فکر، امام رازی کی حکمت، امام غزالی کا تصوف اور مولائے روم کا سوز و گداز تھے۔ وہ خواجۂ ہند کی شاہانہ سطوت و اقتدار کے وارث تھے۔

وہ دینی وقار اور اسلامی غیرت کا ایک ایسا نادر الوجود نمونہ تھے جس کی مثال صرف تاریخ کے اوراق میں ملتی ہے آج کے دور میں ان کا کوئی مماثل نظر سے نہیں گزرا۔ ان کی پر نور صورت حقانیت و صداقت کی ایک ایسی روشن کتاب تھی جسے پڑھ لینے کے بعد دلوں کے دروازے خود بخود کھل جاتے تھے۔

وہ علم و عرفان کا ایک ناپیدا کنار سمندر تھے جس کی خاموشی سے اس کی گہرائی کا پتہ چلتا تھا۔ وہ اسلام و سنت کا ایک مہکتا ہوا گلشن تھے جدھر سے گزرے فضا معطر ہو گئی۔ وہ کفر و نفاق کی سیاہ راتوں کے لئے ارشاد و ہدایت کا سپیدۂ سحر تھے دلوں کے آفاق پر جب بھی وہ طلوع ہوئے فکر و اعتقاد کی تاریک وادیوں میں صبح یقین کا اجالا پھیل گیا۔

جسے چھو دیا شفا مل گئی، دعا دی تو مقدر سنور گیا۔ جہاں قدم رکھا بہار آ گئی۔ جس جگہ بیٹھ گئے میلہ لگ گیا۔ ادھر نگاہ التفات اٹھی اُدھر مشکلات کی گرہ کھلی۔ ادھر مسکرا کے دیکھا اُدھر کامرانیوں کا سویرا ہوا۔

اہل ایمان کے لئے جگر لالہ کی ٹھنڈک اور منافقین کے سروں پر عمر کی تلوار۔ سکوت کا عالم ہو تو ایک راز سربستہ، زبان کھلے تو ہاتف غیب کی آواز۔ شریعت پہ آنچ آ جائے تو قہر و جلال کا دہکتا ہوا انگارہ، اور خود اپنا ناموس خطرے میں پڑے تو توفیق خداوندی پر سجدۂ شکر اپنے چھوٹوں کے لئے شفقت مجسم، اور اپنے بزرگوں کے سامنے سراپا نیاز ــــ۔

نہ وہ شعلہ نوا خطیب تھے اور نہ واعظ خوش بیاں۔ لیکن ان کی ایک خاموشی ہزار تقریروں پر بھاری تھی۔ وہ کبھی برکت و فیضان کا ایک بہتا ہوا دریا تھے اور کبھی رحمت و عرفان کا ابلتا ہوا چشمہ۔ جب وہ زمین کی وسعتوں میں رواں دواں تھے تو دس لاکھ انسانوں کو عشق مصطفےٰ کا امین بنا دیا اور جب علالت کے باعث بریلی میں گوشہ نشین ہو گئے تو اہل طلب کے جو قافلے خود چشمۂ فیض پر پہونچکر سیراب ہوئے انکی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی ــــ۔

جب تک وہ سفر کے قابل تھے اہل سنت کا کوئی بڑا اجتماع ایسا نہیں تھا جسے وہ اپنی شرکت کا اعزاز نہ بخشتے ہوں۔ جب وہ اسٹیج پر رونق افروز ہوتے تو مجمع میں بہار آ جاتی ــــ ہر طرف نور برستا اور ہر چہرہ فرط مسرت سے چمکنے لگتا۔ لوگ کانوں سے مقرر کی تقریر سنتے اور آنکھوں سے ان کے رخ زیبا کا نظارہ کرتے۔

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
میرے دونوں ہاتھ نکلے کام کے

خاص طور پر ان مدارس کے اجلاس میں ضرور شرکت فرماتے جس کے ذیل میں کسی عظیم عمارت کے سنگ بنیاد کی تقریب منعقد ہوتی۔ اس طرح کے موقع پر سب سے پہلا عطیہ جو چندے کی جھولی میں پڑتا وہ خود مفتی اعظم کی طرف سے ہوتا ــــ مدارس کے جلسوں میں حضرت کا معمول یہ تھا کہ وہ مدرسوں سے نہ نذرانہ قبول کرتے اور نہ سفر خرچ۔

اس طرح کے ایک موقعہ کا میں عینی شاہد ہوں جب مبارکپور کی سرزمین پر الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کے سنگ بنیاد کی تقریب میں حضور مفتی اعظم ہند مبارکپور تشریف لے گئے۔ بنیاد رکھنے کے بعد جب انہوں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو سارے مجمع پر ایک رقت انگیز کیفیت طاری ہو گئی۔ خود مفتی اعظم ہند کس عالم میں تھے اور وہ دعا کرتے ہوئے کہاں پہونچ گئے تھے یہ تو خدا ہی کو معلوم ہے لیکن ہم نے اتنا ضرور دیکھا کہ آنکھیں اشکبار تھیں، ہونٹ شدت کیف سے لرز رہے تھے اور چہرے پر عقدہ کشائی اور نیاز بندگی کی کیفیت کے آثار نمایاں تھے۔

جب آمین پر دعا تمام ہوئی تو ایسا محسوس ہوا کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی عمارت پایۂ تکمیل کو پہونچ گئی اور ہم کھلے آسمان کے نیچے نہیں بلکہ اس کے سائے میں کھڑے ہیں۔ حافظ ملت پر تو ایک عجیب وجدانی کیفیت طاری تھی۔ فرط مسرت سے انکی آنکھوں کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔ آج انکی زندگی کا سب سے بڑا ارمان پورا ہو گیا تھا کہ اہل سنت کی بہبود کیلئے اس صدی کے سب سے بڑے کام کی انہوں نے بنیاد رکھدی تھی۔

تین دن تک پورا مبارکپور رنگ و نور میں ڈوبا ہوا خوابوں کا شہر بن گیا تھا۔

حضور مفتی اعظم ہند جب رخصت ہونے لگے تو ہم نے جامعہ کی طرف سے کچھ پیش کرنا چاہا۔ حضرت نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ جلدی میں میرے منہ سے نکل گیا، یہ کرایہ ہے۔ حضرت نے فرمایا، فقیر کرایہ کا مولوی نہیں ہے۔ اس جواب پر میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ رہ رہ کر پچھتاوا ہوتا تھا کہ یہ کلمہ میرے منہ سے کیوں نکلا کچھ اور کہہ دیا ہوتا ــــ۔

حضرت کے اندر دین کی غیرت اور شریعت کے احترام کا جذبہ اس درجہ کمال پر تھا کہ زندگی کے کسی بھی مسئلے پر غور کرتے وقت ذہن کا سب سے پہلا تصور یہ ہوتا تھا کہ یہ کام شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

یہی وہ غیرت اسلامی تھی جس نے مفتی اعظم کو دنیائے سنیت کا تاجدار بنا دیا تھا۔ وہ ایک با اقتدار فرماں روا کی طرح سارے مسلمانوں پر شریعت کے قانون کا نفاذ دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ منظر وہ ہوتا تھا جب وہ کسی مسلمان کو اسلامی شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتے وقت وہ چھوٹے بڑے، امیر غریب، اور حاکم و محکوم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے۔

ان کے دربار کا یہ عام معمول تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا رئیس ہو یا اونچے سے اونچے منصب کا افسر، ان کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اگر انکی انگلی میں سونے کی انگوٹھی ہوتی تو وہ فوراً اتروا دیتے اور نہایت شفقت و محبت کے ساتھ انہیں تلقین فرماتے کہ از روئے شریعت محمدی مردوں کے لئے سونے کا استعمال حرام ہے۔ پھر دل کا کشور فتح کر لینے والے لہجے میں ارشاد فرماتے کوئی گناہ لمحے دو لمحے یا گھنٹے دو گھنٹے کا ہوتا ہے لیکن سونے کی انگوٹھی کا گناہ ایسا گناہ ہے کہ جب تک پہنے رہو مسلسل گناہ ہی گناہ!

مفتی اعظم کی اسی دینی غیرت اور جلالت حق پرستی کا اثر تھا کہ پوری جماعت میں چند ہی علماء ایسے تھے جو مفتی اعظم کی موجودگی میں تقریر کرنے کے لئے زبان کھول سکتے تھے ورنہ بڑے بڑے مقررین کو مفتی اعظم کے سامنے تقریر کرتے ہوئے پسینہ آ جاتا تھا۔ کیونکہ منہ سے شریعت کے خلاف بھول کوئی بات نکلی اور مفتی اعظم نے بر سر منبر ٹوک دیا۔

بقیہ صــ ...

مولانا سید شاہ عون احمد قادری۔ پھلواری شریف پٹنہ

ماقصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
ازما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ ارتحال کی خبر مجھے سفر لکھنؤ کے دوران ملی۔ اس سنگین حادثہ نے سخت حزن و ملال طاری کر دیا کیوں کہ ہندستان میں افتاء اور افادہ کی یہ عظیم شخصیت تھی جس سے قوم محروم ہو گئی۔ اہل علم و فضل کے حلقہ سے عالم راسخ کا اٹھ جانا، ایوان علم کی بربادی اور منارۂ علمی کی تباہی کی دلیل ہے۔ یقبض العلم بقبض العلماء۔

یہ فقید المثال شخصیت صحیح معنی میں منارۂ علمی تھی۔ علم و افتاء کی بیش از بیش خدمات اس ذات کے ذریعہ انجام پاتی رہی۔ تو شرعی اور دینی امور میں کوتاہی ہر حال میں ان کے لئے ناقابل برداشت تھی اور دینی مداہنت پر لوگوں کو تنبیہ نہ کرنا، جرم عظیم!

ایک طرف حادثہ فاجعہ کی اطلاع نے غمگین بنایا اور دوسری طرف حضرت مغفور سے عاجز کی ملاقاتیں اور وہ باتیں بھی یاد دلائیں جو ان کے عالم ربانی ہونے کی مظہر تھیں۔ وہ باتیں کچھ آپ بھی سن لیں۔

اجمیر شریف کا سفر درپیش ہے۔ بندہ بھی حاضر ہوا۔ میری قیامگاہ سے قریب تر ایک مکان میں مفتی اعظم جلوہ افروز ہوئے۔ اسی زمانہ میں عاجز کی تصنیف "نعمت کبریٰ کی حیات مصطفےٰ" شائع ہوئی تھی۔ میں ملاقات کے لئے گیا اور کتاب ساتھ لے گیا۔ بڑے اخلاق و محبت سے ملے، حقہ سامنے تھا۔ اٹھ کر مجھ سے معانقہ فرمایا۔ اپنے بازو میں بٹھایا۔ چائے سے ضیافت فرمائی۔ مزاج پرسی کے بعد میں نے کتاب پیش کی۔ جستہ جستہ اس کو پڑھنے کے بعد فرمایا کتاب مدلل بدلائل و شواہد ہے فرصت پر دیکھوں گا۔ میں نے کہا اپنا مقصد بھی یہی ہے۔

دوسری ملاقات، اجمیر شریف ہی میں ایک دعوت میں ہوئی۔ مفتی اعظم اور مولانا مفتی برہان الحق صاحب جبل پوری اور مولانا رشاد اسرار الحق صاحب ایم اے اردو ایک حضرات مہمان خصوصی تھے۔ میزبان نے عاجز کو بھی [illegible] ہوئی تو یہ حضرات تشریف فرما تھے اور مفتی اعظم اپنے قیام و منصب سے گفتگو کر رہے تھے۔ مولانا اسرار الحق صاحب وغیرہ کو تنبیہاً فرمایا کہ آپ لوگوں نے دہلی میں سیرت کانفرنس منعقد کی اور اس میں عام طور پر تصویر کشی ہوئی۔ یہ قطعاً غیر شرعی کام ہوا جو قابل معافی نہیں ہے۔ وہ حضرات کچھ عذر پیش کرنے لگے کہ علم و واقفیت میں ایسا ہوا یا لوگ نہیں مانے وغیرہ مگر مفتی اعظم کے نزدیک ان میں سے کوئی عذر مسموع نہیں ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ منکر بہر حال منکر ہے۔ اس میں عذر وغیرہ بالکل غلط ہے۔ اپنی تقصیر کا اعتراف کیجئے اور ایسا اعتراف کہ آئندہ پھر ایسا نہ ہو۔ اس کے علاوہ اجمیر شریف میں چند بار اور کچھوچھہ شریف میں ایک بار ان سے نیاز حاصل ہوتا رہا۔ اور برابر میں یہ محسوس کرتا رہا کہ علم و شریعت کے بارے میں بہت ہی راسخ علماء میں ان کا شمار ہے اور بلاشبہ ایسی مثالیں کم ہوتی جا رہی ہیں۔

مفتی اعظم کے برادر بزرگ حضرت مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجمیر شریف میں مجھے نیاز حاصل ہوا تھا۔ جس محبت و شفقت سے وہ ملے تھے اس کا منظر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ بڑی محبت آمیز باتیں کیں۔ اور خانوادۂ پھلواری شریف کے اکابر کا بڑے ادب و احترام بلکہ عقیدت کے ساتھ تذکرہ کیا۔ ہمارے بعض اکابر کے بارے میں فرمایا کہ ان کا مکتوب میرے یہاں ہے جس کو متبرک کا محفوظ رکھا گیا ہے۔ بزرگان پھلواری شریف کی نسبت سے ایسی عقیدت مندانہ گفتگو فرمائی کہ مجھے ماننا پڑا کہ "فرق مراتب" کا لحاظ و خیال کرنا اسکو کہتے ہیں۔

دیکھئے ایسے علمائے اہل سنت تھے جو اسلاف و اکابر امت کا احترام اور ان سے اپنی عقیدت کا اظہار باوجود چند جزئی اختلاف کے، برملا کرتے تھے ____ کیا ہم بھی اس بارے میں اکابر و علمائے اہل سنت کی اتباع کرتے ہیں اور "فرق مراتب" کا لحاظ رکھتے ہیں؟ حضرت موصوف کے خلف اکبر مولانا ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کی داستان خاصی دلچسپ ہے۔

عاجز ایک سفر میں ہے۔ کسی جگہ (حالت سفر میں) کچھ علماء کرام جمع ہیں۔ جن میں حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، یہ خادم العلماء بھی وہاں پہونچا اور بلند آواز سے کہا السلام علیکم۔ کچھ حضرات بڑھے، متوجہ ہوئے، سلام کا جواب دیا، مصافحہ کرنے لگے۔ مگر انہوں نے جواب نہیں دیا اور نہ متوجہ ہوئے۔ اس وقفہ میں ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے ان سے کہا کہ یہ "فلاں آدمی ہے" یعنی میرا نام دے کر بتایا تو فوراً ہی میری طرف انہوں نے خصوصی توجہ فرمائی یہ کہتے ہوئے "وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ آئیے حضرت آئیے! اب میں آپ سے مصافحہ کر دوں" اور بہت گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کیا پھر فرمایا کہ "جب تک، کسی کے صحیح عقیدہ کا مجھے علم نہیں ہوتا۔ اس سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں۔" حقیقت کا انکشاف ابھی ہوا۔ پھر تو ان سے باتیں بھی ہوئیں اور حکایتیں بھی! کیا باتیں ہوئیں؟ اب یہ نہ پوچھئے۔ ہاں اس کی ترجمانی یہ شعر کر سکتا ہے ؎

چہ خوش است از دو یک دل سر حرف باز کردن
سخن گزشتہ گفتن، گلہ دراز کردن

تغمدھم اللہ تعالےٰ الغفران ورضوانہ

اب سنئے! میں ۱۵؍ نومبر کو امرت سر میل سے لکھنؤ سے پٹنہ کے لئے روانہ ہوا۔ غالباً ۱۳؍ نومبر کو مفتی اعظم نے رحلت فرمائی۔ امرت سر میل کے جس درجہ میں میں سوار ہوا، کچھ سنجیدہ اور پڑھے لکھے سکھ بھائی اس میں، بریلی سے پٹنہ کی طرف سفر کر رہے تھے، ان میں سے ایک میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور باتیں شروع کر دیں۔ ان کی گفتگو کا خاص حصہ یہ تھا کہ "آپ لوگوں کے ایک بڑے مولانا بریلی میں وفات پا گئے میں اس وقت بریلی ہی میں تھا اور اسی محلہ سے قریب جہاں وہ رہتے تھے۔ صاحب! ان کا بہت بڑا جلوس نکلا۔ کئی لاکھ انسان اس میں شامل تھے۔ بریلی میں اتنا بڑا ہجوم نہیں دیکھنے میں آیا۔ دو تین روز تو ہر طرف سے ٹرین بھری ہوئی آتی رہی"۔ اس کے علاوہ وہ اور بھی اپنے تاثر کا اظہار کرتے رہے۔ اور میں یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ ان کو اس بارے میں کہاں تک دلچسپی ہے کچھ سوالات بھی کرتا رہا۔ بعد میں بریلی سے جو تفصیلات ملیں اور حاضرین نماز جنازہ نے جو بیانات دیئے ان سے سکھ بھائی کی بتائی ہوئی خبروں کی پوری پوری تصدیق ہوئی۔ مفتی اعظم کی نماز جنازہ میں کئی لاکھ انسانوں کی شرکت اور اتنے کثیر لوگوں کا دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کرنا ان کے لئے مغفرت و رحمت کی واضح دلیل ہے ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ان حضرات کی حالات سے وابستہ یادیں اور اپنے ساتھ گزرے ہوئے واقعات جو بیان کئے گئے اپنی خصوصی نوعیت کی وجہ سے یہ دلوں میں نقش ہیں۔ جانے والے چلے گئے مگر دلوں سے نہیں گئے۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی یاد باقی ہے اور رہے گی ؎

رفتید ولے نہ از دل ما

یہ صحیح ہے کہ یہ سب میرے اپنے دلی کیفیات اور صحیح تاثرات ہیں جن کا اظہار زبان قلم سے ہوا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ محترم بزرگ علامہ ارشد کے ارشاد اور عزیز مکرم مولانا رکن الدین اصدق کی خواہش و اصرار سے سینہ کی بات سفینہ میں آگئیں۔ ان حضرات کی محفل میں تھوڑی دیر "ہم بزم" ہونے کے بعد میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ یوں سمجھ لیجئے مصداق تھا ؎

دم بھر کو تری بزم میں ہم بیٹھ کے واعظ
برسوں نہ رہے بزم خرابات کے قابل

مرگیا آ گئی دستگیر بھی اِنّا لِلّٰہ !
مرضِ عشق سے کوئی بھی تو جاں بر نہ ہوا !

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے مرید رشید و سعید، اور خلیفۂ اجل قطب مدینہ فانی فی الرسول شیخ العرب والعجم حضرت مولانا الحاج شاہ ضیاء الدین احمد مدنی قادری رضوی قدس اللہ سرہ العزیز نے خاص مدینۃ النبی میں ۴ ذی الحجہ کو جمعہ کے دن عین اذان کے وقت کلمۂ حی علی الفلاح پر داعی اجل کو لبیک کہا۔

۲۰ برس کی عمر شریف میں آپ نے ہندوستان سے ہجرت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں جا کر بس گئے۔ مدینہ طیبہ کے دوران قیام آپ نے ستر حج کئے لیکن ادھر دس سال سے آپ مدینہ پاک میں اس طرح گوشہ نشین ہو گئے تھے کہ ایک دن کے لئے بھی کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے۔ کیونکہ آپ کی زندگی کی سب سے قیمتی آرزو تھی کہ جب پیام اجل لیکر موت کا فرشتہ آپ کے پاس آئے تو آپ مدینہ میں اسے ملیں۔ اسی اندیشے کے پیش نظر آپ نے دس سال سے یکلخت اپنا سفر بند کر دیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدینہ کے باہر موت آ جائے۔

اور خدا کا شکر ہے کہ بالآخر ایک عاشق صادق اور ایک وارفتۂ محبت کی یہ آرزو پوری ہوئی اور مدینہ میں موت بھی آئی تو اس شان سے آئی کہ اُدھر مسجد نبوی شریف کے مینارۂ نور سے خدا کے منادی نے آواز دی "حیّ علی الفلاح" کامرانی کی طرف آؤ اور ادھر عاشق پاکباز کی روح نے جسد عنصری سے پرواز کیا۔ پکار کے جواب میں ذرا بھی تاخیر نہیں ہوئی کیونکہ پکارنے والے نے جہاں سے پکارا تھا وہی اس کی زندگی کی آخری منزل تھی۔

تمنا ہے درختوں پہ تیرے روضہ کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روحِ مقید کا

مدینۃ النبی میں حضرت شیخ کی خانقاہ عشق و عقیدت اور عرفان و ایقان کی ایک ایسی آفاقی تربیت گاہ تھی جہاں روئے زمین کے سارے خطوں سے اہل شوق کے قافلے اترتے تھے۔ دلوں کی سرزمین پر بادل کی طرح فیضان کی بارش ہوتی تھی، مایوس روحوں کے آفاق پر صبح امید کا اجالا پھیلتا تھا۔ اور حب رسول کے کیف میں ڈوبا ہوا ماحول اندر سے لیکر باہر تک روح و تن کی پوری بستی کو مہکا دیتا تھا۔

موسم حج کے موقعہ پر تو ان کے میکدۂ عشق و عرفان میں بہار آ جاتی تھی۔ صبح سے شام اور شام سے گئے رات تک ہر وقت بادہ کشوں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ ذکر الٰہی، تلاوت قرآن، اور نغمہائے نعت، اور صلوٰۃ و سلام کے ترنم سے پوری فضا معطر رہتی تھی۔ سرور و مستی کے عالم میں کبھی آنکھوں کے پیمانے چھلکتے، کبھی محفل سے نالۂ و فغاں کی چیخ بلند ہوتی، کبھی یا رسول اللّٰہ کی ضرب سے دل کی گرہیں کھلتیں، اور کبھی ساقی کی نگاہِ التفات اٹھتی تو روحوں کے دامن سے جنم جنم کا غبار دھل جاتا۔

نجدی حکومت کے جبری ماحول میں رہتے ہوئے بھی وہ اپنے جذبۂ عقیدت کے مظاہرہ میں بالکل آزاد تھے۔ ان کی خانقاہ کا سارا ہنگامۂ شوق عشق و عرفان کی ساری سرمستی اور قلب و روح کی تطہیر و تنویر کا سارا عمل نجد کے قاضیوں کے نزدیک شرک ہی شرک تھا لیکن سے مدنی سرکار ہی کا تصرف کہئے کہ جبر و استبداد کی بنیاد پر اپنے مذہب کا کاروبار چلانے والی حکومت کبھی ان کے راستے میں حائل نہ ہو سکی۔ یا پھر یوں کہئے کہ تاجدار حرم، اور شہریار ارم نے اپنے ایک وفا کیش دیوانے کو اپنی رحمتوں کے حصار میں کچھ اس طرح چھپا لیا تھا کہ کسی گستاخ کا ہاتھ وہاں تک پہونچ ہی نہیں سکا۔

حضرت شیخ کو بریلی سے جو والہانہ محبت تھی اس کے اظہار میں کبھی انہوں نے اس اندیشے کی پرواہ نہیں کی کہ سعودی عرب کے نجدی حکمراں بریلی کا نام سنکر سلگ جاتے ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عقیدت میں ان کی خانقاہ کا ماحول ہر وقت بھیگا رہتا تھا۔ مدینے کی کوئی صبح یا کوئی شام ایسی نہیں تھی جبکہ ان کے گھر سے حدائق بخشش کے نغموں کی آواز نہ سنائی دیتی ہو ۔۔۔ اور اعلیٰ حضرت کی وہ مشہور نعت جو چار زبانوں پر مشتمل ہے اور جسے لوگ مردہ دلوں، اور بے کیف روحوں کا مسیحا کہتے ہیں۔ جس کا مطلع یہ ہے۔

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کا تاج تورے سر سوہے، تجھکو شہ دوسرا جانا

یہ تو آج بھی مدینہ کے بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ اور اسے بارگاہ رسالت میں اعزاز قبول کی سند ہی کہئے کہ یہ قصیدۂ جاں نواز حضرت شیخ کی محفل سے عیب ہو کر مدینے کے بازار میں پہونچا اور وہاں سے کیسٹ کے ذریعہ ساری دنیا میں پھیل گیا ۔۔۔

اب مدینہ کا سب سے قیمتی تحفہ جو حاجی اپنے ساتھ لیکر آتا ہے اور دلوں کو حب رسول کی تپش سے گرم رکھتا ہے وہ اعلیٰ حضرت کا یہی قصیدۂ نعتیہ ہے جسے ایک انچ کے چوڑے فیتے نے اپنے سینے میں جذب کر لیا ہے۔

ایک تجلی، ایک تبسم، ایک نگاہ بندہ نواز۔
اس سے زیادہ جلوۂ جاناں دل کی قیمت کیا کہئے۔

جگر گوشۂ اعلیٰ حضرت، تاجدار اہلسنت، مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو کئی بار دیار حبیب کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ مدینۃ النبی میں اکثر آپ کا قیام حضرت شیخ ہی کے دولت کدہ پر ہوتا تھا مفتی اعظم کی خداداد محبوبیت، بارگاہ رسالت میں ان کا مقام تقرب۔ اور علم و فضل، زہد و تقویٰ، اور مدارج ولایت میں ان کی برتری کا نظارہ اس وقت دیکھنے میں آتا تھا جب کہ حضرت شیخ کے گھر وہ مہمان ہوتے تھے۔

ملک ملک کے علماء و عمائدین، بلاد عرب کے مشائخ کبار، اور بڑے بڑے اساطین ملت بزم میں جلوہ گر ہوتے اور مفتی اعظم شہ نشین میں بیٹھے برکت و فیض کی نعمت تقسیم فرماتے کوئی حدیث و تفسیر، اور دوسرے علوم و فنون کی سند طلب کرتا کوئی سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت کی درخواست کرتا۔ کوئی اپنے ملک کے کسی نہایت پیچیدہ مسئلے میں حضرت سے استفتاء کرتا۔ اور حضرت شمع محفل کی طرح اپنے پروانوں کے ہجوم میں خود بھی روشن ہوتے۔ اور دوسروں کو بھی روشن کرتے۔

حضرت شیخ کی متوکلانہ زندگی، زہد و تقویٰ، علم و فضل، ولولۂ تبلیغ و ارشاد، امت کا درد، دینی اخلاص، ریاضت، مجاہدہ، بارگاہ رسالت میں تقرب خاص اور باطنی کمالات کی بنیاد پر دنیائے اسلام کے علمائے مشاہیر اور مشائخ کبار انہیں "قطب مدینہ" کہتے تھے۔ اب وصال شریف کے موقعہ پر جن عجیب و غریب واقعات کا ظہور ہوا ہے ان سے اس عقیدے کو مزید تقویت حاصل ہو گئی ہے۔

(بقیہ صـ ۳۶ پر)

مٹ سکے ہمیں جانو.....

مولانا حسن رضا خان ایم اے پٹنہ

دنیا میں نہ جانے روزانہ کتنے انسان منصۂ شہود پر آتے ہیں اور رخصت ہو جاتے ہیں۔ لیکن بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں مرورِ ایام بھلا نہیں سکتے حضور مفتی اعظم ان مخصوص شخصیتوں میں ہیں جو آئے دن نہ پیدا ہوتے ہیں اور جن کا نقش جریدۂ عالم پر ایک مرتبہ ثبت ہو جانے کے بعد نہ کسی کے مٹائے مٹ سکتا ہے ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ابوالبرکات محی الدین جیلانی معروف مصطفےٰ رضا خاں (حضور مفتی اعظم) ایک بلند پایہ فقیہہ ایک صاحب طرز ادیب ایک مرشد کامل، ایک حقیقت شناس دل، ایک نکتہ رس دماغ، ایک پیکر خلوص، ایک مجسمہ ایثار، ایک کاروان سنت کا قافلہ سالار، تقویٰ کا وقار، علم کا جلال، دین و ملت کا خدمت گزار، طریقۂ سلف کا پیروکار، ملت بیضا کا معین و مددگار اور قرآن و حدیث کے راز کا نام ہے۔

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ میں بریلی میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو حضرت مخدوم ابوالحسین نوری جانشین حضرت شاہ آل رسول رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ آپ کے گھر فرزند تشریف لایا ہے۔ بچہ بلند اقبال ہے، اپنے وقت کا ولی ہوگا۔ زمانہ اس سے فیض پائے گا۔ اور آپ ہی نے ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام رکھا آپ کا عقیقہ محمد کے نام پر ہوا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ماں کے جذبات کا اثر بچے پر ہوتا ہے اور باپ کا اثر بھی بچہ پر خلقاً ہوتا ہے۔ اگر ماں باپ دونوں پاکباز اور پاک طینت ہوں تو ان کے اتصال کا ثمرہ بھی ہمیشہ شیریں اور شاندار ہوتا ہے۔ جس آغوش میں مفتی اعظم پروان چڑھ رہے ہیں وہ کتنی نورانی فیض بخش ہے۔ زمانہ ان کو مفتی اعظم کہہ کر پکار رہا ہے۔ وہ اپنے وقت کا امام اعظم، وہ اپنے وقت کا فقیہہ اعظم ہے، وہ اپنے وقت کا مجدد اعظم ہے۔ جو مجدد اعظم کی آغوش میں پروان چڑھا ہے۔ زمانہ انہیں مفتی اعظم کی شکل میں دیکھ رہا ہے، وہ علم و فضل کا گوہر تابدار دکھائی دے رہا ہے، نور و نکہت کا روشن مینار دکھائی دے رہا ہے، معرفت و حقیقت کا دریائے ناپید کنار دکھائی دے رہا ہے، کردار و عمل کا شاہکار دکھائی دے رہا ہے ؎

حسن صورت کے لئے خوبیٔ سیرت ہے ضرور
گل وہی جس کی خوشبو بھی ہو نکہت کے سوا

آپ نے اپنے دور کے بہت سے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی لیکن حضرت مولانا رحیم الٰہی صاحب بنگلوری علیہ الرحمۃ والرضوان سے آپ نے خصوصی تعلیم حاصل فرمائی۔ ۱۸ سال کی عمر میں آپ نے جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ پر عبور حاصل کر لیا اور ۱۳۲۸ھ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان نے آپ کو افتاء کی ذمہ داری سونپی آپ نے اپنے دست مبارک سے محی الدین آل رحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا خاں کی مہر بنوا کر ان کے حوالہ کر دی ۱۸ سال کی عمر سے ۷۲ سال تک مسلسل فتاوے صادر فرماتے رہے۔ آپ کے فتاویٰ کے مجموعہ کا نام فتاویٰ مصطفویہ ہے جس کے صفحات پر عقل و نقل اور علم و فن کے بے شمار شاخوں میں مفتی اعظم کے بے شمار رسوخ، دقت نظر اور مہارت و ہنر کی تفصیلات موجود ہیں جو صاحب ذوق کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان خلف اکبر اعلیٰ حضرت مجدد اعظم کے وصال (۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) کے بعد حضرت مفتی اعظم نے ہندوستان کے اکثر اضلاع کا دورہ فرمانا شروع کر دیا۔ جدھر سے گذر جاتے آبادیاں ٹوٹ پڑتیں۔ انسان کا میلہ لگ جاتا، عاشقوں کا ہجوم قابل دید ہوتا ؎

ان کا پتہ کسی سے نہ پوچھ بڑھے چلو
فتنہ کسی گلی میں تو ہوگا اٹھا ہوا

حضرت مفتی اعظم کے دورے نے بے شمار دلوں کو پاکیزہ، بے شمار مریضوں کو مسیحا اور بے شمار گمراہوں کو ہدایت کا منار بنا دیا۔ ہزاروں مقررین کی تقریر ایک طرف حضرت کے روئے زیبا کا دیدار ایک طرف۔ مقررین کی تقاریر ایسا اثر نہیں کر پاتی جیسا ان کا چپ رہنا اثرانداز ہوتا۔ اعلیٰ حضرت کی جانشینی کا حق ادا فرما دیا۔ دارالافتاء میں بیٹھے رہتے تو نائب امام اعظم نظر آتے، الجھے ہوئے مسئلے کو سلجھاتے تو شان غزالی نظر آتے اور بزم رشد و ہدایت میں بیٹھ جاتے تو مظہر غوث الاعظم نظر آتے۔ آج کا مورخ ان کی سیم و زر سے بے نیازی کو دیکھ کر حیران ہے، اس صدی کا آسمان ان کے ذوق عبادت کو دیکھ کر حیران ہے، اس دور کی تاریخ ان کی بے نیازی کو دیکھ کر حیران اور ان کی نیازمندی کو بھی دیکھ کر حیران ہے۔ سابق صدر جمہوریہ جناب فخر الدین علی احمد صاحب ان کے آستانہ پر دقار پر عقیدت مندی کے نذرانے لٹانے آئے مگر جانشین اعلیٰ حضرت اپنی شان بے نیازی کے ساتھ پرانے شہر جا رہے ہیں۔ موصوف جب آستانۂ عالیہ پر پہنچے معلوم ہوا کہ حضرت کہیں تشریف لے گئے۔ مجھے کہہ لینے دیجئے آج اُن کی کرسی کا وقار فقر کی شان بے نیازی کا منہ تکتا رہ گیا ؎

نگاہِ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدائی ہو قیصری کیا ہے

یہ واقعہ ہے کہ حضرت جب جبل نور پر پہنچے تو رونے لگے۔ لوگوں نے مولانا ضیاء الدین احمد مدنی قدس سرہٗ کے در دولت پر سوال کر دیا۔ حضرت! جب آپ جبل نور پر تشریف لے گئے تو رونے لگے؟ حضرت کا ارشاد گرامی سن کر نیازمندی نے بھی نیاز حاصل کر لیا۔ فرماتے ہیں جب میں مدینہ کی گلیوں سے گذرا تو گلیاں بدلی ہوئی نظر آئیں۔ شاہراہ تعمیر شدہ نظر آئے لیکن جب میں جبل نور پر پہنچا تو وہاں کی گلیاں اسی حالت میں نظر آئیں جس میں آقائے نامدار رحمت تمام کے قدموں کو چوما تھا۔ نیازمندی کو دیکھنا ہے تو بغداد والے آقا کی بارگاہ بیکس پناہ میں دیکھئے کا منظر قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں ؎

یہ سر ہے یہ آنکھیں یہ گردن
جہاں چاہو رکھو قدم غوث اعظم

آپ نے دو مرتبہ حج فرمایا دوسرا سفر حج ۱۳۹۱ھ میں بغیر فوٹو کے ادا فرمایا اس سفر میں بہت سے علماء نے آپ سے سند حدیث حاصل کیا۔ مخصوص لوگوں میں سید علوی مالکی شیخ الحرم المکی اور علامہ سید محمد بن امین کا اسم گرامی حضرت مفتی اعظم کی جلالت علمی کا خطبہ پڑھ رہا ہے۔

صلاحیت دینی :-

مفتی اعظم دینی امور میں بہت سخت تھے اس کا اثر مختلف مظاہر سے نمایاں ہوتا تھا۔ وہ متصلب حنفی تھے آپ کسی طرح کی کوئی بات جو دین کے خلاف ہو، پسند نہیں فرماتے بلکہ جب نسبندی کے سلسلے میں ہندوستان کے تمام دارالافتاء بھی بک چکے تھے تو شریعت مصطفیٰ کا پاسبان بریلی بنا ہوا تھا۔ مفتی اعظم نے حکومت کی پرواہ نہیں کی، جیل کے سلاخوں میں بند ہونا گوارا تھا مگر شریعت اسلامیہ پر آنچ آنا گوارہ نہیں ہے۔ ہندوستان میں یہ فخر صرف بریلی کو حاصل ہے جس نے برملا فتویٰ دیا اور برحق فتویٰ دیا۔

تصانیف :-

حضرت مفتی اعظم نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود مختلف موضوعات پر تصانیف کا ایک گراں قدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔ قلم میں قدرت نے بے پناہ کشش اور قوت ودیعت کر دی تھی۔ زبان پر اثر اور طاقت در استعمال کرنے، الفاظ کا برمحل استعمال کرتے جملے ترشے ہوئے ہوتے۔ الفاظ میں نغمگی، سمع نوازی اور رقت طرازی آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

بلائے جان ہے غالب اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

۱- سامان بخشش
۲- فتاویٰ مصطفویہ
۳- الموت الاحمر
۴- وقایہ اہل السنۃ عن مکر دیوبند والفتنۃ
۵- مقتل اکذب اجہل
۶- مقتل کذب وکید
۷- النکتۃ علی مرار کلکتہ
۸- الملفوظ جلد اول
۹- الملفوظ جلد دوم
۱۰- الملفوظ جلد سوم
۱۱- الملفوظ جلد چہارم
۱۲- ادخال السنان
۱۳- کشف ضلال دیوبند
۱۴- وقعات السنان
۱۵- الکاوی فی العاوی
۱۶- القشم القاصم
۱۷- اشد الباس
۱۸- نور العرفان
۱۹- وہابیہ کی تقیہ بازی
۲۰- القول العجیب
۲۱- القسورہ
۲۲- سیف الجبار
۲۳- طرق الہدیٰ
۲۴- تنویر الحج

وصال :-

۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء کو رات کے ایک بج کر چالیس منٹ پر احمد رضا کی آنکھ کا تارا، نوری میاں کا راج دلارا اور ہم سنیوں کا سہارا اس دنیا سے چلا گیا۔ •

مولانا سید شاہ فرید الحق عمادی
منگل تالاب پٹنہ سیٹی

شنبہ ۲۸ جون ۱۹۵۲ء کی بات ہے کہ ایک دن استاذی حضرت ملک العلماء مولانا شاہ ظفر الدین صاحب علیہ الرحمۃ حضرت والدی مولانا سید شاہ صبیح الحق عمادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آئے (میں اس وقت حضرت ملک العلماء کے زیر تعلیم و تربیت تھا) میں بھی ان حضرات کے پاس بیٹھا تھا کہ دوران گفتگو میں حضرت نے فرمایا کہ تم پڑھنے کے لئے بریلی جا سکتے ہو میں نے کہا کہ آپ جہاں بھیج دیں میں آپ دونوں حضرات کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوں پھر فرمایا کہ آج شوال کی چار تاریخ ہے ملک العلماء سے معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ منظر اسلام ۱۰ شوال کو کھل جائے گا تم یہاں سے حضرت مولانا و مرشدنا سید شاہ امیر الحق قدس سرہ کا عرس کر کے روانہ ہو جاؤ اگر کپڑے وغیرہ کی ضرورت ہو تو بنوا لو اس وقت میرے دل کی عجیب کیفیت تھی جو بتائی نہیں جا سکتی کہ ایک طرف گھر کے چھوٹنے کا خیال اور دوسری طرف اپنے بزرگوں کی سنت یعنی علم دین کے حاصل کرنے کا شوق سینے میں موجزن تھا الغرض روز و شب کے پردے اسی طرح اٹھتے رہے کہ کب عرس آیا اور کب ختم ہوا پتا بھی نہ چلا اور عرس کے دوسرے دن حضرت والدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس روپے دیئے کہ یہ تمہارے ٹکٹ کے پیسے ہیں چنانچہ میں نے ۱۱ر جولائی بعد نماز جمعہ اسٹیشن جا کر دریافت کیا کہ بریلی جانے کے لئے کون سی ٹرین بہتر ہو گی اور پٹنہ جنکشن سے اس کی روانگی کس وقت ہو گی میں سب کچھ پوچھ کر خانقاہ واپس آیا حضرت علیہ رحمۃ کو اطلاع دی وقت کم تھا، ۱۸ر شوال کو سامان سفر درست کیا اور بستر باندھا، ماں کی ممتا نے زاد سفر ساتھ کیا والدی رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی کی چھوٹے بھائیوں نے اپنے محبت بھرے لہجے میں سلام کیا میری آنکھیں بھر آئیں الغرض آنکھوں میں آنسو بھرے ۱۱ بجے شب میں پٹنہ جنکشن پہونچا میرے بہنوئی نے نظیر اور حسنو دونوں خادمان خانقاہ شریف سے اسٹیشن تک آئے۔

ہاں یہ میری زندگی کا ایک عظیم سفر تھا جس کے بعد زندگی کروٹ لینے والی تھی میں چار بجے صبح کا انتظار کرنے لگا ایسے سامان سفر حسنو مرحوم کے حوالہ کر کے نظیر مرحوم کے ساتھ لئے ٹکٹ لینے بکنگ آفس پہونچا اس وقت چودہ روپے بکنگ کلرک کو بڑھائے اس نے مجھے ٹکٹ اور چار آنے دئے حسرت سے میں نے اس کی طرف دیکھا پھر رخصت ہوا پلیٹ فارم پر آ کر گاڑی کا انتظار کرنے لگا اس زمانے میں گاڑی لیٹ نہیں چلا کرتی تھی ٹھیک چار بج کر ۵ منٹ پر پنجاب میل پہونچا نظیر اور حسنو نے میرے سامان ٹرین میں رکھے اور پھر نصیحتیں اور خط لکھنے کی تاکید کرتے گاڑی کھلنے کا انتظار کرتے رہے بارہ منٹ کے بعد گاڑی روانہ ہوئی سہ

خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں
اور در و دیوار پہ حسرت کی نظر کرتے ہیں — ظفر

بنارس تک تو دیار وطن کا مزا ملتا رہا پھر اجنبی جگہیں اور اجنبی صورتیں نظر آتی رہیں الغرض دوسرے دن شام کو بریلی پہونچا اور حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کا دیا ہوا خط جیب سے نکال کر پتہ دیکھا پھر رکشہ والے کو محلہ خواجہ قطب چلنے کی ہدایت کی اس نے دریافت کیا کہاں جائیں گے میاں صاحب کے یہاں میں نے کہہ دیا کہ ہاں وہ لئے ہوئے مجھے خانقاہ نیازیہ پہونچا اسی سے قریب ہی حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جن کا سایہ اب ہم لوگوں کے سروں سے اٹھ چکا ہے) رہتے تھے نہایت حسین و جمیل صورت بارعب چہرہ پہونچتے ہی حضرت ملک العلماء کا خط دیا پڑھ کر فرمایا کہ آپ سید صاحب یہیں قیام فرمائیں رحمانی میاں کو فرمایا کہ جاؤ اپنی والدہ سے کہہ دو کہ سید صاحب کا کھانا آیا کرے گا دوسرے دن میں منظر اسلام میں داخل کر دیا گیا تیسرے دن سے مکمل تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا ایک دن مدرسہ کی طرف کتابیں سر پر رکھے چلا جا رہا تھا ابھی محلہ سوداگران مدرسہ سے قریب پہونچا ہی تھا کہ ایک بزرگ صورت نظر آئی میں دیکھ کر حیرت میں رہ گیا کہ اے خدا یہ بھی اتنے کم وجیہہ نہیں بلکہ بزرگی و جاہت میں ان سے زیادہ ہی نظر آتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ان کے کوئی ہیں مدرسہ پہونچ کر میں نے استاذی حضرت مولانا احسان علی صاحب سے دریافت کیا کہ ایک بزرگ شخصیت پر آج نظر پڑی جو سامنے والی گلی سے نکل کر جا رہے تھے فرمایا کہ وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند ہیں۔ دل میں عظمت و شان کا ایک عکس آ ہی چکا تھا۔ جب ان بزرگ ہستی کو راہ میں دیکھ لیتا تو نہایت ادب و احترام سے اپنے مخصوص خانقاہی آداب کے ساتھ سلام بجا لاتا اسی طرح رہتے سہتے تقریباً پندرہ دن گزر چکے تھے کہ ایک دن حضرت جیلانی میاں کو بہت جلال میں پایا دیکھتے ہی سہم گیا کہ پتا نہیں کیوں حضرت پر آج پر تو قہارت ہے۔ کچھ ہی دیر بعد اس سادہ دل شخصیت نے اپنا وجیہہ جلال ظاہر فرمایا میں خاموشی سے سنتا رہا پھر ایک خط حضرت مفتی اعظم ہند کو دینے کے لئے دیا اور فرمایا کہ اسے مفتی اعظم کو دے آؤ اب انکار کی مجال بھی نہ تھی میں جاؤں تو کہاں جاؤں میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ حضرت کا خط لے کر جانا ہے تم بھی میرے ساتھ چلو میں نے حضرت مفتی اعظم کا گھر نہیں دیکھا ہے غرض کہ وہ اور میں دونوں ساتھی سوداگران پہونچے حضرت مفتی اعظم کے مکان پر پہونچ کر حضرت کو خط دیا وہ باہر والے درے میں تشریف فرما تھے خط پڑھتے ہی چہرہ کا ایک رنگ آیا اور ایک رنگ گیا مگر واہ رے بڑوں کا انداز کچھ ہی دیر میں چہرہ کا رنگ اپنے اصلی روپ میں تبدیل ہو گیا اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اور کہاں کے رہنے والے ہو میں نے جواب دیا میرا نام سید شاہ فرید الحق عمادی ہے خانقاہ عمادیہ پٹنہ بہار کا رہنے والا ہوں مجھے پڑھنے کے لئے ملک العلماء نے بھیجا ہے لفظ سید سننے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت کو ایک بجلی لگی اور پھر ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تم سید ہو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کے حال پر رحم کرے میں نے جواب دیا کہ حضرت میں خود آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں علم دین سے آراستہ کرے آج تک حضرت کی دعا کے الفاظ کانوں میں گونج رہے ہیں پھر جب کبھی راہ یا مدرسہ کے قریب نظر پڑتی دیکھتے ہی متبسم لہجے میں سلام کا جواب دیتے خیریت پوچھتے، بہت بردبار متحمل مزاج راضی برضائے مولا رہنے والے۔

میں نے کبھی حضرت کو بلا وضو نہ دیکھا اور ہمیشہ درود شریف ورد زبان تھا۔ مدرسہ منظر اسلام میں ایک نئے مدرس حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب اعظمی تشریف لائے ان کو حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے غایت عقیدت و محبت تھی اکثر وہ وہاں جایا کرتے کبھی کبھی میں بھی اپنے استاذ محترم کے ساتھ حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں پہونچتا اور ان بڑوں کی باتیں خاموشی سے سنا کرتا ایک دن حضرت کے پاس ایک صاحب آ کر بہت تلخ و بلند آواز میں بولنے لگے مجھے حضرت کی ان معصومانہ اداؤں پر حیرت ہو رہی تھی کہ یہ کتنی سہولت و آہستگی سے کلام فرما رہے ہیں اور وہ ہیں کہ چیخ رہے ہیں پھر جب وہ حضرت روانہ ہو چکے تو حضرت مفتی اعظم نے مولانا ثناء اللہ صاحب سے گفتگو شروع کی میں ان کی ان اداؤں پر روحانی طور پر ان سے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے والدی علیہ الرحمۃ کی یہ نصیحت یاد آ رہی تھی۔

سہ بندۂ حلقہ بگوش ار نہ نوازی برود
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

اب دوسرا سال آیا جب میں بخاری کا دورہ کر رہا تھا استاذی حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب اعظمی مدظلہ مفتی اعظم کے مدرسہ مظہر الاسلام مسجد بی بی جی میں درس دینے لگے میں نے اور مولوی ریحان رضا خاں صاحب اور مولوی صبغۃ اللہ صاحب نے یہ مشورہ کیا کہ جن مدرس صاحب سے بخاری اور مسلم ہے ان کی تقریر ہم لوگوں کے سمجھ میں نہیں آتی ہے لہذا ہم لوگوں کو مولانا ثناء اللہ صاحب اعظمی مدظلہ سے مدرسہ مظہر اسلام میں جا کر حدیث کا دورہ کرنا چاہئے چنانچہ جب بات آن کر اس پر رکی کہ گلے میں گھنٹی کون باندھے آخر مجھی مولانا ریحان رضا خاں صاحب نے پیش قدمی کی لوگ دوسرے ہی دن مدرسہ سے

(بقیہ: صفحہ ۸ پر)

بقیہ:- نور کا چہرہ ....

اور اس کے بعد پھر توبہ کی تلقین فرمائی۔ دین کے معاملے میں مفتی اعظم کے اس بے لاگ عمل سے بہت سے لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہوگئیں جو یہ سمجھتے تھے کہ دیوبند کے ساتھ بریلی کا اختلاف کسی معاصرانہ چشمک یا ذاتی مخاصمت پر مبنی ہے۔ انہوں نے صمیم قلب کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ جو لوگ دین کے معاملے میں اپنے معتقدین، متوسلین اور رشتہ داروں کو نہیں معاف کرتے وہ اہانت رسول کے سوال پر علمائے دیوبند کو کیونکر معاف کر سکیں گے۔

اور یہ بھی دینی غیرت ہی کی بات تھی کہ مفتی اعظم یہاں کی کچہریوں کو عدالت نہیں کہتے تھے اور جو لوگ وہاں بیٹھتے ہیں ان پر حاکم کے لفظ کا بھی اطلاق نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ عدالت کا لفظ اسی ایوان پر بولا جائے گا جہاں اسلامی قانون کے مطابق نزاعات کا فیصلہ کیا جاتا ہو اور جسے خدا و رسول کی نیابت میں حکومت کا اختیار دیا گیا ہو وہی حاکم کہے جانے کا مستحق ہے ـــ

اور یہ بھی دینی غیرت ہی کا ایک بے مثال نمونہ ہے کہ وہ بانوے سال کی طویل زندگی میں نہ کبھی کسی سربراہ مملکت کے گھر گئے اور نہ کسی بڑے سے بڑے فرماں روا کے بنگلے میں نظر آئے۔ بلکہ حیرت میں ڈوب جانے کی بات یہ ہے کہ مملکتوں کے کتنے ہی سربراہوں اور وقت کے کتنے ہی سلاطین نے خود ان کی مجلس میں باریاب ہونے کی اجازت چاہی اور مفتی اعظم نے یہ کہہ کر ملنے سے انکار کر دیا کہ ایک درویش کا بادشاہوں اور ارباب حکومت سے سروکار ہی کیا ہے ــ؟

دہلی ہندوستان کا دل ہے۔ اور سیاسی اقتدار کا مرکز ہے، لیکن کبھی دہلی جانا تو بڑی بات ہے، خود دہلی نے مفتی اعظم کے قریب آنا چاہا تو انہوں نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اور بلاشبہ فقر و استغنا اور خودداری کی یہ شان حضور مفتی اعظم ہند کو اپنے غیور باپ سے ملی تھی جو اپنے عہد میں اسلام کی جلالت و جبروت کی آخری نشانی تھے۔ جو ساری زندگی خدا کے آگے سجدہ ریز رہے یا پھر مدنی سرکار کی چوکھٹ پر پیشانی خم ہوئی یا اس سرکار عالی سے جنہیں، انعام خسروانہ ملا اور تقرب خاص کی دولت عطا ہوئی ان کی آقائی کے آگے سر جھکایا۔ اس کے علاوہ کسی بھی بڑے سے بڑے اقتدار کو نہ کبھی خاطر میں لائے اور نہ اس کی طرف احتیاج کا ہاتھ بڑھایا ـــ۔

اسی جذبۂ عشق و وفا کی ترنگ میں ایک شعر انہوں نے کہا تھا جو ان کے ضمیر کے اعتقاد اور ان کے باطن کی کیفیت کا آج بھی آئینہ ہے۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے میرے سرکاروں کے

ارشد القادری

تاریخ وفات حضرت مفتی اعظم ہند بریلی شریف یوپی

از

حضرت سید شاہ محمد قائم رضوی چشتی نظامی، قتیلؔ، داناپوری
سجادہ نشین خانقاہ داناپور

گریاں ست چرخ، خاک بسر آمدہ صبا — گلزار ہست سوختہ، ہر شاخ آتشی ست
حیرت مرا چو گشت ازیں منظر عجیب — غنچہ ندا داد کہ ایں ماتم ولی ست
آں قطب عصر پیر زماں مصطفیٰ رضا — شد عازم بہشت کہ دنیٔ دوں دنی ست
آمد چو سیزدہ ز محرم میان شب — معلوم شد کہ ایں ست شب آخری زیست
مغموم و مضمحل ہمہ ارباب ہند اند — نالہ کشاں ز رنج و الم ہر بریلوی ست
من ہم قتیلؔ آہ ازیں حادثہ کشم — ہاتف بگفت سال، چو پرسیدمش کہ چیست

"ہجری ست سال سوئے بہشت بزرگ قمر"
۱۴۰۲ھ
"پرواز کرد مفتی اعظم بہ عیسوی ست"
۱۹۸۱ء

مادہ ہائے تاریخ وصال

حضور مفتی اعظم ہند
محمد مصطفیٰ ابوالبرکات محی الدین نوری رحمۃ اللہ علیہ

از نتیجۂ فکر:- مولانا امام الدین مصطفوی جہانگیر گنج فیض آباد۔ یو۔پی

(س) بہار گلستاں امام احمد رضا کون؟
۱۹۸۱ء

(ج) محمد مصطفیٰ ابوالبرکات محی الدین نوری
۱۴۰۲ھ

اہل التقویٰ و اہل المغفرۃ	فمن اتقیٰ و اصلح فلا خوف علیہم ولا یحزنون =
۱۹۸۱ء	۱۹۸۱ء

حسب اللہ مغفور	واللہ غفر لک	غفر الطبیب باللہ
۱۴۰۲ھ	۱۴۰۲ھ	۱۴۰۲ھ

رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم یا اہل البر	انک مغفورۃ
۱۴۰۲ھ	۱۴۰۲

بھم لمغفرۃ	فصیح و بلیغ بین ولی محبوب =	آہ غرب ماہ سماء
۱۴۰۲ھ	۱۴۰۲	۱۴۰۲

از نتیجۂ فکر:- مولانا محمد سلطان صاحب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ جہانگیر گنج

کرامات الولی بدا سر دنیا ؞ لہا کون فہم اہل النوال
۱۴۰۲ھ

ماثات شیخی	دخل بیت معمور	ذکر محمد ن اللہ ثابت
۱۴۰۲	۱۴۰۲	۱۹۸۱ء

بقیہ:- بریلی کے شب و روز۔

غائب ہوگئے اور حضرت مولانا نثار اللہ صاحب اعظمی مدظلہ سے پڑھنے لگے جیلانی میاں نے بیٹے کا اور میرا خیال کرتے ہوئے کسی قسم کا تعارض نہ کیا بلکہ خاموشی کو راہ دی میں ان کا دانش مندی علم نوازی اور شفقت بزرگانہ کی جس قدر تعریف کروں وہ سب کم ہے آہ ــ

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں
سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں

ابھی ہم لوگوں کو پڑھتے ہوئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ حضرت مفتی اعظم بھی درس کے وقت پہونچ گئے اور ہم لوگوں کے پڑھنے کا انداز دیکھتے رہے پھر اٹھے اور ہم لوگوں کو دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے سارے طلبا و اساتذہ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔

ایک دن حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر پہونچا تو آپ فرمانے لگے سید صاحب علم تو آپ کے گھرانے کا حصہ ہے آپ دل لگا کر پڑھیں اور اپنے خاندانی ورثہ کو حاصل کریں اللہ اکبر کیا سچا کلمہ کہ آل رسول کو رسول کی عظمت ایسی محبت بے شک یہ خانوادہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ شاید ہی کسی خانوادے میں یہ بات ہو خدا ان رشید ایا آل رسول محبان عظمت رسول کے خاندان کو فروغ عطا فرمائے اور ان بزرگوں کے فیوض و برکات سے مجھے نوازے اور باغ رضا کے ان نو دمیدہ کلیوں و غنچوں کو سدا سرسبز و شاداب رکھے۔ آیا د رہے ساقی دائم ترا میخانہ آمین ثم آمین

از: سید رکن الدین اصدق
مہتمم ادارۂ شرعیہ بہار - پٹنہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔

علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہ الکریم سے کسی نے پوچھا — ' ولی کی کیا تعریف ہے ؟ '
' آپ نے فرمایا ولی وہ شخص ہے جسے دیکھتے ہی خدا یاد آجائے ۔ اور صالحین امت کے نزدیک کرامت ولی کی پہچان ہے — علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی کرامت اتباع سنت ہے ۔ تاریخ الاولیاء میں مذکور ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر آپ کا مہمان ہوا ۔ اور چودہ دنوں تک شب و روز خدمت ہی میں رہا — پندرہویں دن اس نے اپنے وطن واپس جانے کی اجازت طلب کی — آپ نے فرمایا میں تمہیں واپسی کی بخوشی اجازت دے دوں گا لیکن واپس جانے کے پہلے کیا میں تم سے کچھ پوچھ سکتا ہوں ۔ مہمان نے عرض کیا حضور جو سوال بھی چاہیں کریں —
آپ نے دریافت فرمایا " تم کس لئے آئے تھے اور چودہ دنوں تک قیام کرنے کے بعد اپنا مدعا ظاہر کئے بغیر کیوں واپس جا رہے ہو ؟ — مہمان ندامت کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا — بڑی مشکلوں سے اس نے اپنی عرق آلود پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا — بس یونہی اکتساب فیض کیلئے حاضر آگیا تھا ۔ آپ نے بڑی بردباری سے فرمایا ، ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ مجھے تمہاری سچی گفتگو سے کچھ تکلیف پہونچے گی ، جو بات دل میں ہے اسے صاف صاف کہہ دینے میں کوئی خفت محسوس نہ کرو — مہمان کا دل کہہ رہا تھا کہ قرطاس قلب پر مرتسم تردد کوئی حقیقت افروز نگاہ ہی پڑھ سکتی ہے ۔ اس نے ڈرتے ڈرتے صرف اتنا کہا حضور ! میں نے آپ کی ولایت کا بڑا شہرہ سنا تھا ۔ دل نے کہا چلو چلکر دیکھیں کیسے ولی ہیں ۔ کوئی کرامت پائیں گے تو مرید ہو جاؤں گا ۔ چودہ دنوں تک حضور کی معیت کا شرف حاصل رہا دن کے اجالے میں اور رات کی تاریکی میں بھی — جلوت کی انجمن آرائی میں بھی اور خلوت کی رمز آشنائی میں بھی ۔ مگر کسی بھی موقع پر کرامت کی جلوہ گری دیکھنے کو نہ ملی اس لئے دیرینہ آرزو کو اپنے دل کے نہاں خانے میں چھپائے لئے جا رہا ہوں ۔ — سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے بڑے ہی درد بھرے لہجے میں کہا ۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اس مدت میں تم نے کتنی بار مجھے سنت رسول سے ہٹ کر قدم اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے ۔ مہمان نے بڑی بے حجابی سے عرض کیا — حضور ! سنت کی پیروی تو آپ کے رگ رگ میں دوڑی پھرتی ہے ۔ معمولات زندگی تو الگ رہے میں نے فعل اضطراری میں بھی آپ کو سنت کا تارک نہ پایا —
سید الطائفہ نے فرمایا ، میرے معزز مہمان ! سمندر کی سطح پر مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں آدمی کا گذر کچھ کمال نہیں — فضا میں پرندے پرواز کرتے ہی ہیں انسان کی اڑان ہرگز کرامت نہیں ۔ کرامت تو یہ ہے کہ اپنا عمل احکام اسلام کے تابع بنا لیا جائے اور اپنی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیرو بنا دی جائے یہی اصل کرامت ہے یہ نہیں تو کرامت کے سارے گورکھ دھندے فضول ہیں — مہمان ایک مرتبہ تڑپا اور آپ کے قدموں پر جا گرا پھر تو طوق غلامی کو اپنے گلے کی زینت بنا کر ہی اٹھا ۔

ولی کی شناخت کی کسوٹی اگر اتباع سنت ہی ہے تو اپنی معلومات کی بنا پر یہ عرض کرنے کی اجازت چاہونگا کہ اقطار ہند میں اس وقت حضور مفتی اعظم ہند سے بڑھ کر کوئی بھی ولی نہیں تھا ۔ ابدال و ابرار جو قدرتی نظام پر مامور من اللہ ہیں انہیں چھوڑ کر جہاں تک میری نگاہ پہونچ سکی ہے کوئی بھی حدود اللہ کی ایسی رعایت ، سنت رسول اللہ پر اتنا التزام اور مستحبات سے اس قدر شغف رکھنے والا میری نظر سے نہیں گذرا ۔ فرائض و واجبات کی حد تک تو پابندیاں دیکھنے میں آتی ہیں اس لئے کہ ان کی اہمیت کو ملحوظ رکھنا آسان ہے مگر وہ زاویہ نگاہ پیدا کرنا بہت دشوار ہے جو ہر کجی کو دیکھے ہر خامی کی گرفت کرے اور ہر نقص کو معلوم کرے ۔ مکروہات تو در کنار خلاف اولیٰ سے اس حد تک گریز کرے کہ ضعف و ناتوانی اور علالت کی حالت میں بھی اس کو اپنے قریب پھٹکنے نہ دے ۔ بعض ساری سنتوں کو ساقط کر دینے والے اعذار کی موجودگی کے باوجود کم درجہ مستحب کو بھی ایسا محبوب رکھے کہ مشقت کی گھڑی دراز ہو جانے کی اسے قطعاً کوئی فکر نہ ہو اس معیار پر حرف بہ حرف پوری اترنے والی فرد الفرید ذات مجھے حضور مفتی اعظم ہند ہی کی نظر آئی —

حضور محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی شرکت کے بعد کچھوچھہ شریف سے واپسی پر اچانک حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ غالباً ۱۹۶۲ء میں مبارک پور تشریف لے آئے یہ میرے قیام اشرفیہ کا دوسرا سال تھا اور حضور مفتی اعظم ہند کی زیارت کا پہلا موقع —
یہاں پر یہ ذکر بھی فائدے سے خالی نہ ہو گا کہ حضرت کی آمد کی خبر پا کر میرے آقائے نعمت حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ خوشی سے جھومتے ہوئے اپنی قیام گاہ سے دار العلوم اشرفیہ فوراً تشریف لائے ۔ اور قدم بوس ہوئے ۔ کچھ دیر فیض صحبت میں گذارنے کے بعد سرکار مفتی اعظم ہند کے روبرو دو زانو ہو کر نظریں نیچی کئے ہوئے دبی زبان سے عرض کیا — حضور ! آپ مبارک پور تشریف لائے ، میرے لئے اس سے مبارک و مسعود گھڑی اور کیا ہو گی ۔ مگر یہ عرض کرتے ہوئے شرمندگی کا احساس میرا دامن تھام رہا ہے کہ کلکتہ میں دیار حبیب کانفرنس کا کل آخری اجلاس ہے اور بڑی مجبوری یہ ہے کہ میں نے شرکت کا وعدہ کر لیا ہے اور پہونچنے کیلئے آج ہی روانگی ضروری ہے ۔ اللہ اکبر ! — وہ جلالۃ العلم کہ بڑی بڑی درسگاہوں کی آبرو قرار پانیوالے جلیل القدر علماء اور بڑی بڑی کانفرنسوں کی زینت بننے والے مقتدر خطباء جس کے حاشیہ نشین نہیں خوشہ چیں تھے وہ آج ایک تلمیذ بے مایہ کی طرح اپنے ایک بڑے کی بارگاہ میں عرض و معروض کر رہا ہے ۔ نہ اسے اپنے منصب عظمیٰ کا نشہ ہے اور نہ اپنے تبحر علمی کا غرہ —
بجا ! ہمارے اسلاف کے اندر یہی وہ اوصاف تھے جن سے جماعت کی شیرازہ بندی تھی ۔ ملت کا وقار تھا اور ترقی کی راہیں ہموار تھیں ۔ آج ہم اسلاف پرستی کے جذبے سے جس قدر دور ہوتے جا رہے ہیں ۔ انتشار کے شکار بنتے جا رہے ہیں

حضور مفتی اعظم ہند نے بڑی خنداں پیشانی سے فرمایا — ہاں ہاں آپ ضرور تشریف لیجائیں ۔ مجھے کوئی تکلیف نہ ہو گی یہ لوگ (ذمہ داران اشرفیہ کی طرف اشارہ کر کے) آپ ہی کے ہیں ان کی موجودگی آپ کی موجودگی ہے ۔ آپ کے کلکتہ نہ پہونچنے سے لوگوں کو بڑا دکھ ہو گا آپ بالکل بے فکر ہو جائیں — یہاں دونوں ہی رخ قابل توجہ ہیں ۔ بھارت کی سب سے عبقری شخصیت جو دلوں کی مرجع عقیدت بھی تھی آج مہمان کی حیثیت سے جلوہ بار ہے کلکتہ کا پروگرام ملتوی کر دینے کیلئے یہی عذر کیا کم تھا مگر وعدے کی عظمت کا احساس اور لوگوں کے اضطراب و بے چینی کا خیال رہ رہ کر دل میں کسک پیدا کر رہا ہے اور بالآخر اپنے بزرگ مہمان سے اپنے دل کی سیمابی کیفیت بیان ہی کر دی — دوسری طرف وہ عظیم شخص تھا جسے اقلیم دل پر فرمانروائی حاصل تھی ۔ فیصلہ تبدیل کرانے میں اسے دیر نہیں لگتی مگر وعدے کی اہمیت کے پیش نظر کس بشاشت قلب کے ساتھ فوراً اجازت مرحمت فرما دی اور مدعو کرنیوالوں کے جذبات کا کس قدر احساس فرمایا — اللہ اکبر ! ہمارے اسلاف کی زندگی کتنی بے غبار تھی ۔ ان کے کردار میں کس قدر طہارت تھی اور ان کے عمل کتنے ستھرے تھے — خدایا ! ہمیں انہی کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما ۔

دوسری صبح کو حضور مفتی اعظم ہند گھوسی کیلئے روانہ ہونیوالے تھے ۔ بعد نماز فجر ہی

مبارکپور سے متصل آبادی سکھٹی کے لوگ پہونچ گئے اور تھوڑی دیر کیلئے سکھٹی تشریف لے چلنے کی بڑی شدو مد سے گزارش کی۔ سرکار مفتی اعظم ہند کے یہاں انکار نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ فوراً آمادہ ہوگئے۔ لوگ رکشہ لانے کیلئے دوڑ پڑے اور آپ تعویذات لکھنے میں مصروف تھے۔ کچھ ہی دیر بعد کسی نادان نے کہدیا کہ رکشہ آگیا۔ حضرت ذرا اٹھ کھڑے ہوئے اور دار العلوم اشرفیہ کی دوسری منزل سے اتر کر عمارت کے صدر دروازہ پر آگئے۔ رکشہ ابھی نہیں آیا تھا لوگ ادھر ادھر بے تحاشا دوڑ رہے تھے۔ آپ کے دروازے تک آجانے سے کھلبلی اور بھی بڑھ گئی تھی۔ صبح کا وقت تھا۔ دور دور تک رکشوں کا پتہ نہ تھا چونکہ اس وقت مبارکپور شہری اعتبار سے بھی بہت معمولی تھا ــــ حضرت نے تھوڑے توقف کے بعد فرمایا۔ کدھر چلنا ہے؟ لوگوں نے سمت بتلاتے ہوئے کہا حضور! سکھٹی شہر ختم ہونیکے بعد ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ حرج نہیں اور سکھٹی کی راہ چل پڑے۔

عجب منظر تھا ــــ آپ چل رہے تھے اور لوگ پیچھے دوڑ رہے تھے۔ قدموں میں اتنی تیزی پیرانہ سالی میں دیکھ کر لوگ ششدر تھے ایک پر نور قافلہ آپ کی معیت میں چل رہا تھا۔ روڈ پر چلنے والے کی نظر جب سالار قافلہ پر پڑتی تو اس پر رعب طاری ہوجاتا اور وہ ہڑبڑا کر کنارے ہوجاتا چاہے عقیدتاً وہ بدبودار وہابی ہی کیوں نہ ہوتا۔ سکھٹی پہونچنے پر بیعت کرنیوالوں کا تانتا بندھ گیا۔ کافی دیر بعد بمشکل فراغت پانے پر جب آپ واپسی کے ارادے سے اٹھ کھڑے ہوئے تو رکشہ حاضر تھا آپ کو رکشہ پر سوار کردیا گیا اور آپ وہاں سے ہجوم عاشقاں میں روانہ ہوئے۔ ہر شخص سبقت کرکے رکشہ سے قریب ہونا چاہتا تھا ــ عشق و مستی کا ایک عجیب عالم تھا۔ سچ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر چہ کرد کہ نیافت ما معنی کون ہے جس نے ایثار و قربانی کی ہے اور اسے بدلہ نہیں ملا۔ کہاں ہے وہ جس نے زہد و ورع کو اپنا شعار بنایا اور اس کی ذات مرجع عقیدت نہ بن گئی۔ کس نے دیکھا ہے کہ آتش عشق الہی میں خود کو فنا کردینے والا ہمیشگی کی موت مرگیا ہے۔

دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کے صدر دروازے پر جونہی ایک دیوانہ رسول کا رکشہ پہونچا کئی ہزار دیوانے اس کی زلفوں کے اسیر ہوکر روڈ پر دائیں بائیں کھڑے ہوگئے۔ کسی کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ تھا۔ کوئی خاص نوعیت کا مبارکپوری گڑ بغرض ملاحظہ لئے تھا۔ کوئی بالائی کی طشتری پیش کر رہا تھا، اور کوئی چائے کے پیالی لئے ہوئے حاضر تھا ــــ جو محض چند لقموں پر زندگی کے دن پورے کر رہا تھا اور جس کے متعلق حضور حافظ ملت فرمایا کرتے تھے کہ تاجدار اہلسنت مولانا مصطفٰے رضا خاں مفتی اعظم ہند کے سامنے جب ابلے ہوئے انڈوں کی پلیٹ رکھی جاتی تھی تو دو انڈوں کی صرف زردی سے زیادہ کبھی فرو حلق کرتے کسی نے نہیں دیکھا۔ بھلا وہ اتنے لوگوں کے تحائف کس طرح قبول کرسکتا تھا اور ایک کا قبول کرکے دوسرے کا رد کردینا تو اور بھی مشکل مسئلہ تھا کیونکہ ایک کی دلجوئی اور دوسرے کی دل شکنی بزرگوں کا شیوہ نہیں رہا ہے۔ چنانچہ ہوا یہ کہ ایک چمچی ہاتھ میں لے لی اور اسی کو ہر پیش کرنیوالے کے برتن میں ڈال کر چکھ لیتے۔ بس اسی سے اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی وہ سمجھتا کہ بس ہم نے زندگی کی سب سے بڑی دولت آج ہی پائی ہے

خدا خدا کرکے جب یہ مرحلہ تمام ہوا تو دست بوسی کرنیوالوں کی یلغار شروع ہوئی اللہ اکبر! معلوم ہوتا تھا کہ ایک ریلا ہے جو ٹوٹا پڑ رہا ہے۔ اگر سونے کی گنیاں بھی تقسیم کی جاتیں تو اس کے حصول کیلئے لوگ اس طرح دوڑ نہ لگاتے۔ جب مصافحہ کرنا ممکن نہ رہا تو لوگوں نے دونوں ہاتھوں کو دو طرف کھینچ کر بوسہ دینا شروع کیا اور جنہیں یہ موقع بھی میسر نہ آیا تو انہوں نے حضرت کے پیروں پر ہاتھ رکھکر اپنا ہی ہاتھ چوم لینا غنیمت سمجھا ــــ بات یہاں پر قابل توجہ یہ ہے کہ معاملہ دو چار کا نہیں تھا کئی ہزار کا تھا۔ اکتاہٹ محسوس کرتے، گھبراہٹ کا اظہار فرماتے، طبیعت کبیدہ ہوتی۔ ذہن پراگندہ ہوتا۔ چہرے کی شادابی ماند پڑ جاتی اور مزاج برہم ہوجاتا مگر اللہ رے علم و مروت کے پیکر اور دین و سنت کے مظہر۔ زباں پر ایک ہی جملہ کی تکرار رکھتی اور بس "ذرا سنبھل کر چوٹ لگے گی، ذرا سنبھل کر چوٹ لگے گی"، اسے کہتے ہیں اتباع سنت ــــ اس سے کچھ ہی دنوں پہلے گیا کے ایک مدرسہ میں ٹانڈہ کے ایک بڑے مولوی صاحب کو بھی دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا تھا کہ جب وہ اپنی قیام گاہ سے نکل کر دسترخوان پر جارہے تھے تو زیادہ نہیں، صرف دو دراز ریش جھک کر سلام کرتے ہوئے مصافحہ کیلئے بڑھے مگر انہوں نے یہ کہتے ہوئے دھتکار دیا تھا کہ "ــــ راستے سے ہٹو مجھے فرصت نہیں کہ سبھوں سے مصافحہ کرتا پھروں" ــــ

ان کا اخلاقی معیار تو آپ کی سمجھ میں آگیا مگر یہ معلوم کرکے آپکے حیرت کی کوئی انتہا نہ رہے گی کہ مرنے کے بعد لوگوں نے ان کو کھدر پوش خدا تک لکھ ڈالا ہے۔ اپنے گرد عقیدت کی بھیڑ اکٹھی کرلینا اور ہے رسول اللہ کی سنتوں کا سچا عامل بن جانا اور۔

۳ دسمبر جمعرات کو جب یادگار سلف عالم توراۃ و انجیل حضرت علامہ سید شاہ محمد قائم صاحب قتیل دانا پوری دامت برکاتہم کا شرف نیاز حاصل کرنے کے لئے میں ملکی محلہ آرہ پہونچا تو میرے ساتھ مولانا سید رضوان البلدی مصباحی ایم.اے. بھی تھے۔ حضرت نے محبت بھرے انداز میں استفسار حال فرمایا کہ کیوں کر آنا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ ادارۂ شرعیہ بہار کا پندرہ روزہ "ترجمان" رفاقت" پٹنہ کا عرس چہلم کے موقع پر مفتی اعظم نمبر نکالنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ چونکہ حضرت کو حضور مفتی اعظم ہند سے بڑا تعلق رہا ہے اس لئے ایک قطعۂ تاریخ اور مفتی اعظم نمبر کیلئے چند سطر کے مضمون کی درخواست ہے حضرت نے آبدیدہ ہوکر فرمایا ــــ مفتی اعظم بانوے سال کی عمر میں تشریف لے گئے اور میری عمر اکیانوے سال ہے۔ اب نوشت و خواند کی منزل سے گذر چکا ہوں۔ ذہن نے جواب دیدیا اور بصارت ساتھ چھوڑ رہی ہے اس لئے کچھ لکھنے کا وعدہ کرنا مشکل ہے ــــ پھر فرمانے لگے کہ مفتی اعظم ہند تین بار خانقاہ دانا پور تشریف لا چکے ہیں اور متعدد مرتبہ میرا بریلی جانا ہوا ہے ہر ملاقات کیف آور ثابت ہوئی ہے اور ہر ملاپ سرور انگیز لیکن ایک بار جب میں نینی تال کے پروگرام سے واپسی پر بریلی شریف پہونچکر بیمار ہوگیا تو حضور مفتی اعظم ہند نے جس طرح میری پذیرائی کی اور جس مستعدی کے ساتھ حاضر باش نظر آئے اس کی یاد تو میرے ساتھ قبر میں جائے گی ــــ مجھ ہیچکارہ کیلئے پرہیزی کھانا بنوا کر خود سے خوانچہ میں رکھکر تشریف لانا اور کھڑے ہوکر کھلانا۔ گلاس میں پانی ڈھال کر حاضر کرنا اور برتن خود سے اٹھاکر اندر لے جانا اور تھوڑی تھوڑی دیر پر ضرورت معلوم کرنا ایسے اوصاف ہیں جو اپنے اندر مقناطیسی اثر رکھتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی عکاسی کرتے ہیں بلاشبہ ان کی ہر ادا اہل اللہ کی شان رکھتی تھی ــــ

میں نے مولانا اختر رضا خاں ازہری کو تعزیتی پیغام بھیجا ہے مگر دل کی کیفیت کی صحیح ترجمانی قلم کیوں کر کرسکتا ہے۔

دعا گو ہوں کہ مولائے کریم علماء اہلسنت کو اسلاف کی زندگی کا نمونہ بنائے اور ان کی خالی جگہوں کو نئی نسل سے پر فرمائے۔

واضح رہے کہ حضرت علامہ قتیل دانا پوری ایک تقوی شعار عالم ایک سادہ مزاج صوفی، ایک گوشہ نشیں درویش اور ایک شب زندہ دار ولی ہیں ــــ مفتی اعظم ہند سے متعلق ان کے مذکورہ بالا تاثرات "ولی را ولی می شناسد" کے مصداق ہیں۔ اور ہم جیسے دور افتادہ لوگوں کیلئے تاریخی شواہد کی حیثیت رکھتے ہیں ــ

ــــ حضور مفتی اعظم ہند کو میں نے علماء کی بزم میں، صوفیاء کی مجلس میں صالحین کے حلقے میں اور پرہیزگاروں کی جماعت میں بار بار دیکھا جمال صورت میں یکتائی۔ کمال سیرت میں تنہا اور طبیعت میں حد درجہ سادگی دیکھائی دیتی ایسا نہیں کہ یہ میرا صرف ایک وہم ہے بلکہ ہر دیکھنے والے کا دل خود ہی پکار اٹھتا تھا ــ

لِلّٰہ یہ تم دیکھنے والوں سے نہ پوچھو
کیا چیز ہو تم دیکھنے والوں کی نظر میں

تصوف کی کتابوں میں نیک و بد کی جو پہچان بتائی گئی ہے وہ یہ کہ سچا صوفی اور کامل ولی وہ ہے جس سے قریبی لوگ زیادہ متاثر ہوں اور شب و روز کی زندگی میں ساتھ رہنے والے گہرے معتقد ہوں۔ خاندان، اہل محلہ اور پاس پڑوس میں رہنے والے اس کی پاکبازانہ زندگی کے معترف ہوں ــــ نقال اور اہل زور کی علامت یہ ہے کہ جو جتنا اس سے قریب رہاہے وہ اتنا ہی بدظن متنفر اور بیزار رہو ــــ ابتدائے اسلام سے لیکر اب تک کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ جتنے بھی اہل اللہ گذرے ہیں ان کا قریبی حلقہ ان سے زیادہ متاثر تھا۔ خود سرکار دوجہاں علیہ التحیہ والثنا جن کی زندگی کو قرآن نے بھی برحق بتایا ہے۔ یہی ہے کہ ان کی پیش کردہ دعوت پر سب سے پہلے بچپن کے ساتھی، زر خرید غلام۔ رفیقہ حیات اور گود کے پروردہ بھائی نے لبیک کہا دور کے رہنے والوں کو تو معجزہ کا انتظار بھی رہا لیکن معجز نما زندگی سے قریب رہنے والوں کو حق تک پہونچنے میں کوئی دیر نہ لگی اس کی وجہ صرف آپ کی بے داغ حیات مبارکہ تھی۔

تاجدار اہلسنت مولانا شاہ مصطفٰے رضا خاں مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اسلاف کی زندگی کی مظہر تھی اور آپ کے گرد و پیش کا ماحول تاریخ ماضی کا آئینہ دار تھا ــــ پورے ملک میں آپ کے علم و فضل اور تقوی و طہارت کی دھوم تھی اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی گہری عقیدت تھی لیکن اہل بریلی کی عقیدت کا حال نہ پوچھئے، ہر شخص آپ پر جان چھڑکتا تھا۔ محلہ سوداگران کے ہندوؤں کا عقیدہ اتنا راسخ تھا کہ وہ آپ کے سایۂ عاطفت کو اپنے لئے بلاؤں سے نجات کا ضامن سمجھتے تھے۔ بریلی شریف اسٹیشن پر اترتے ہی ایکہ والے۔ رکشہ والے ٹم ٹم والے اور ٹیکسی والے بڑے مولانا صاحب بڑے مولانا صاحب کا شور مچانے لگتے تھے جس کو سن کر غیروں کو احساس ہونے لگتا تھا کہ مفتی اعظم ہند بریلی کے عوام میں بلا تفریق مذہب و ملت ایسے محبوب و مقبول ہیں کہ پورے

(بقیہ ص۱۱ پر)

فرش سے ماتم اٹھا وہ طیّب وطاہر گیا

از :- عبد المجید خاں رضوی مصباحی
الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

علماء متاخرین میں اگر کسی کو سب سے زیادہ فیض رساں اور سب سے زیادہ جامع وہمہ گیر صلاحیتوں کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے۔ تو ہمارے پورے علم ومطالعہ کی روشنی میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان کے نام سامنے آتے ہیں۔

حضور مفتی اعظم ہند کی ذات بابرکات چارہ ساز قوم، غمگسار ملت، امید کا دیا، اور آس کی جوت تھی۔

آج اگرچہ ہماری آنکھوں سے روپوش ضرور ہو گئے ہیں۔ اور ایک نہ ایک دن ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ قانون قدرت اور مشیت ایزدی یہی ہے لیکن ان کے علمی و دینی کارناموں کی وجہ سے خلاق کائنات نے انہیں ایسی زندگی عطا کر دی ہے جیسے اب موت نہیں۔

اس بزم ہستی میں تخلیق انسانی کا سلسلہ جب سے شروع ہوا اس وقت سے اب تک بے شمار انسانوں کو خلعت وجود بخشا گیا لیکن ان میں بہت کم ہی ہستیاں ایسی نظر آتی ہیں جنہیں اہل علم نے یاد رکھا ہو اور جن کا نام آج بھی کسی نہ کسی طرح لیا جاتا ہو یقیناً وہ لوگ خوش نصیب اور نیک بخت ہیں جن کے علمی اور دینی کارناموں نے انہیں زندۂ جاوید بنا دیا اور یہی لوگ حقیقت میں قابل قدر اور لائق ستائش ہیں۔ انہی لوگوں کے سر پر نیک نامی اور عزت ورفعت کا تاج زریں جگمگا رہا ہے۔ چودھویں صدی ہجری کی ممتاز ترین اسلامی شخصیتوں میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی انہی صفات کی حامل تھی۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی مقدس شخصیت کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو ہر صاحب بصیرت انسان پکار اٹھے گا زہد وتقویٰ۔ ایمان وایقان، علم وفضل، ایثار واخلاص۔ صداقت ودیانت، حب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اولیاء اللہ نے ان کے مقام کو ہر طرح سے اعلیٰ واولیٰ بنا دیا ہے۔ اور جس شخص میں یہ تمام چیزیں مجتمع ہوں وہ زندۂ جاوید ہو ہی جاتا ہے۔

حضرت نے کبھی بھول کر بھی دولت و شہرت، اقتدار و قوت کی طرف نظر نہیں اٹھائی بلکہ خود دولت وشہرت اور قوت واقتدار ان کے آگے کنیزوں کی طرح دست بستہ کھڑے رہے۔ لیکن حضرت کو اس سے کیا مطلب۔ ان کو زیادہ سے زیادہ انسانوں تک درس راستبازی، سبق امن وآشتی اور پیغام خلوص ومحبت پہنچانے کی فکر دامن گیر تھی۔ اور اس مہم میں انہوں نے نمایاں کامیابی بھی حاصل کی جس کی گواہی ہندوستان کی دھرتی کے ذرے ذرے سے لی جا سکتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی حیات طیبہ دنیائے سنیت کیلئے ایک عظیم نعمت تھی لیکن صد افسوس! کہ وہ نعمت اب ہم میں نہ رہی، وہ شمع خاموش ہو گئی جس کی روشنی میں دنیائے سنیت کا درماندہ کارواں بہت تیزی سے اپنی منزلیں طے کر رہا تھا۔

آہ! وہ عظیم سہارا جاتا رہا جو حالات کی تاریکیوں میں امید کا سورج بن کر چمکتا تھا۔ لوگوں کی مصیبتوں کو سن کر تڑپ جانے والا ایک دل تھا جو ٹھہر گیا۔ اخلاص ووفا کی ایک شمع تھی جو گل ہو گئی۔ عزیمت واستقلال کی ایک آواز تھی جو ڈوب گئی۔ کردار وعمل کا ایک آفتاب تھا جو غروب ہو گیا۔

کوچہ رحمان دہلی کے اردو ادیب اور مجاہد آزادی خان غازی کابلی نے کہا کہ ـــ

"مولانا مصطفےٰ رضا خاں مرحوم حافظ رحمت خاں کے آخری جگمگاتے ہوئے چراغ تھے اور انکی وفات سے راسخ العقیدہ حریت پسند مسلمانوں اور افغانوں کو سخت صدمہ پہونچا ہے ــ"

خان غازی کابلی نے اس سلسلہ میں مفتی اعظم ہند کے والد مولانا احمد رضا خاں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ "وہ ایک زبردست عالم اور عاشق رسول تھے لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ وہ ریاضی داں بھی تھے اور اس علم میں اس پایہ کی مہارت رکھتے تھے کہ سر ضیاء الدین جیسے ریاضی داں بھی ان کی خدمت میں حاضر رہ کر ریاضی کے مشکل مسائل حاصل کرتے تھے خان غازی کابلی کے بیان کے مطابق اس خانوادے کے بزرگ حافظ الملک ـ حافظ رحمت خاں ہیں اور انکی کردار وارثوں کی خدمات اور دینی جذبے کا نتیجہ ہے کہ آج بھی روہیل کھنڈ میں مسلمان خوشحال زندگی گذار رہے ہیں اور رامپور، بدایوں، بجنور، لہٹور اور جانا پور وغیرہ میں جو دینی علمی اور شعر وادب کے چراغ جگمگاتے رہے ہیں۔ وہ ان ہی بزرگوں کے روشن کئے ہیں "۔ (قومی آواز لکھنؤ ۲۵/۱۱/۸۱ء)

۱۵ محرم کو حضرت کے جنازہ میں شرکت کے بعد ۹ بجے شب میں بریلی سے علی گڑھ جانیوالی پسنجر ٹرین میں سوار ہوا پوری ٹرین سوگواران مفتی اعظم ہند سے بھری تھی جس میں ... بھری تھی جس میں سے سیکڑوں کی تعداد میں مسلم یونیورسیٹی کے اساتذہ و طلبہ تھے جن میں کئی ایک فارغین اشرفیہ بھی تھے ملاقات کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ حضرت کے وصال سے وہاں کے لوگوں پر کیا کیفیت طاری ہے۔ تو بھرائی ہوئی آواز میں یہ جواب دیا کہ اس وقت ہمارا امتحان چل رہا ہے۔ آج جن کے امتحان کی تاریخ خالی تھی وہ لوگ آسکے ہیں۔ بقیہ مجبوری کی وجہ سے کلیجہ پر ہاتھ رکھکر اپنے محسن اور عظیم رہنما کی یاد میں بلک بلک کر رو رہے ہیں۔

صبح ۶ بجے علی گڑھ پہونچا جو طلبہ عدیم الفرصتی کی بنا پر جنازہ میں شریک نہ ہو سکے غم و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مصروفیات کی وجہ سے کل ہم نے صرف قرآن خوانی کا پروگرام رکھا تھا۔ انشاء اللہ ہم ۲ دسمبر کو حضور مفتی اعظم ہند کا چہلم شریف بہت دھوم سے منائیں گے۔

شام کو ڈاکٹر رضوان اللہ صاحب صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے دیکھا کہ ان کے چہرہ پر بے پناہ حزن وملال کے آثار نمایاں ہیں۔ گھر کے اندر داخل ہوا ابھی بیٹھے بھی نہ تھے کہ فرمایا حضور مفتی اعظم ہند کے انتقال کے وقت یہاں پر آندھی کی شکل میں ہوا کا تیز جھونکا آیا اور پوری فضا میں سناٹا چھا گیا جیسے زمین آسمان رو رہے ہوں۔ لوگ گھروں سے باہر نکل کر متحیر ہو کر ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں کہ فضا میں یوں طوفانی کیفیت کیوں پیدا ہو گئی دوسرے روز وصال کی خبر ملی تو معلوم ہوا کہ عین وصال کے وقت یہ واقعہ پیش آیا تھا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "فما بکت علیہم السماء والارض"۔ کافروں پر آسمان و زمین نہ روئے۔ لیکن ایماندار جب مر جاتا ہے تو اس پر آسمان و زمین چالیس روز روتے ہیں جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے حضرت مجاہد سے کہا گیا کہ مومن کی موت پر آسمان و زمین روتے ہیں۔ فرمایا زمین کیوں نہ روئے اس بندے پر جو زمین کو اپنے رکوع وسجود سے آباد رکھتا تھا اور آسمان کیوں نہ روئے اس بندہ پر جس کی تسبیح وتکبیر آسمان میں پہونچتی تھی۔ حضرت حسن کا قول ہے کہ مومن کی موت پہ آسمان والے اور زمین والے روتے ہیں۔ تو پھر وہ جو ملت اور قوم کا محافظ ونگہبان ہو اس کے غم میں دنیا کیوں نہ سونی ہو جائے۔ آقائے نعمت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ان لوگوں کے زمرے سے ہیں جن کے بارے میں اعلیحضرت نے فرمایا ـــ

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا وہ طیّب وطاہر گیا

اپنے مرشد برحق، آقائے نعمت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں میری کیا مجال کہ میں کچھ لکھ سکوں یہ تو قلبی جذبات تھے جو نوک قلم سے صفحۂ قرطاس پر منتقل ہو گئے۔

رب کائنات مرشد برحق حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی فیض سے ہمیں شب وروز متمتع اور بہرہ ور فرماتا رہے۔ آمین!

بقیہ :- کشور علم کا وہ تاجدار

ملک میں کوئی بھی عالم اپنے شہر میں اس درجہ مقبولیت نہیں رکھتا ہے اور یہی آپ کی پاکبازی کی روشن دلیل ہے۔ حضرت اکبر الہ آبادی نے بڑا ہی پیارا شعر کہا ہے ـــ

جو جاننا چاہے اکبر کو تو پوچھ محلے والوں سے
دیوان تو اس کا دیکھا ہے نہ شعر بھی اچھا کہتا ہے

"قدر مردم بعد مردن" کے مصداق بعد وصال کے حالات نے تو پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ کسی نے سوچا بھی نہ تھا کہ ایک محتاط عالم دین۔ ایک پرہیزگار مفتی شریعت ایک بوریا نشیں فقیر ودرویش اور ایک علیحدہ پسند صوفی وشیخ کے جنازہ کی شرکت کیلئے نہ صرف ملک کے طول وعرض سے مریدین ومعتقدین اور علماء وصالحین دوڑ پڑیں گے بلکہ امراء رؤسا اور تجار کی کاریں بریلی کی سڑکوں پر دھوم مچا دیں گی ـــ اتنا ہی نہیں سیاسی لیڈروں۔ ملک کے سربراہوں اور عالم اسلام کے سفراء کے طیارے بھی بریلی کی کھلی فضا میں عقیدت کے پرچم لہراتے ہوئے نظر آئیں گے ـــ ظاہری زندگی کا چراغ گل ہو جانے کے بعد اللہ والوں کی روحانی توانائی دوبالا ہو جاتی ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے اس لئے کہ قفس عنصری کو توڑ کر جب طائر روح پرواز کر گیا تو اب حدود عناصر کی پابندی اس پر عائد نہیں ہوتی ـــ لہٰذا وہ غیبی تصرف کیلئے آزاد ہو گیا سچ کہا ہے کسی نے موت سے ہوتی ہے اس کی زندگی کی ابتداء جاودانی زندگی ملتی ہے یوں مرنا نہیں۔

منقبت

در شان حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان

مولانا علی احمد سیوانی

عظمتِ سلطانِ دیں کا پاسباں جاتا رہا
بارگاہِ مصطفےٰ کا مدح خواں جاتا رہا

جس کے اخلاق وعمل تقویٰ کی ہر سو دھوم ہے
وہ فقیہہِ اعظمِ ہندوستاں جاتا رہا

ہر کلی ہے محوِ حیرت اور گل سینہ فگار
گلشنِ اہلِ سُنن کا باغباں جاتا رہا

ہر طرف ظلمت کا غلبہ، تیرگی کا زور ہے
بزمِ رضوی کا چراغِ ضَو فشاں جاتا رہا

ظلمتِ باطل میں کیسے راہِ حق پائینگے لوگ
آسمانِ حق کا مہرِ ضَو فشاں جاتا رہا

سُرمۂ چشمِ تر قدموں کی جس کے دھول تھی
وہ امیرِ کارواں، منزل نشاں جاتا رہا

جس کی بیبا کی عطا کرتی تھی سب کو ہمّتیں
عزم واستقلال کا کوہِ گراں جاتا رہا

جس کی تابانی سے روشن تھی دلوں کی انجمن
مخزنِ دیں کا وہ دُرِّ ضو فشاں جاتا رہا

جس کی بے نفسی کا شہرہ عالمِ بالا میں تھا
ہاں وہی اب رہ نمائے کاملاں جاتا رہا

اہلِ سُنّت کی فلاح ومغفرت کے واسطے
زندگی بھر جو رہا گریہ کُناں جاتا رہا

جس کے حُسنِ خُلق سے خیرہ تھیں چشمانِ جہاں
ناز فرما جس پہ تھے کروبیاں جاتا رہا

جادۂ حق کو درخشاں کر کے بیشک دوستو
نورِ چشمِ عاشقان وکاملاں جاتا رہا

ظلم کے پتھر کے بدلے پھول کی برسات کی
قالبِ رحم ووفا کی جانِ جاں جاتا رہا

بسترِ مرض وعلالت پر نہ چھوٹی تھی نماز
رہبرِ صد عابداں و زاہداں جاتا رہا

رحمتِ داور گُل افشانی کرے گی قبر پر
مُسکراتا جو سوئے باغِ جناں جاتا رہا

ہم غریبوں کو بلکتا، پیچتا، روتا ہُوا
چھوڑ کر تنہا وہ رشکِ گلستاں جاتا رہا

انجمن علم وہنر کی کیوں نہ برہم ہو علی
مسندِ افتاء کا تاجِ زرفشاں جاتا رہا

ہدایت:-
منی آرڈر کوپن پر اردو یا انگریزی میں صاف صاف پتے تحریر فرمائیں اور رقم بھیجتے وقت مد کی وضاحت ضرور کریں
(مہتمم ادارہ)

تنبیہ:-
مصروفیات جواب میں مانع ہو جاتی ہیں اس لئے جواب طلب امور کے لئے ہمیشہ جوابی لفافہ روانہ فرمائیں
(مہتمم ادارہ)
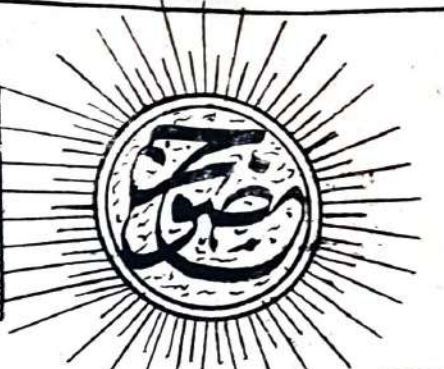
احمد القادری بھیروی
الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ÷ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدور پیدا۔

آفتاب علم و معرفت، ماہتاب رشد و ہدایت، واقف اسرار شریعت، دانائے رموز حقیقت۔ تاجدار اہلسنت، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، شمس العارفین، نائب سید المرسلین متکلم اجمل، محدث اکمل، فقیہ اجل، مقتدائے عالم، شہزادۂ مجدد اعظم، مولانا شاہ مصطفےٰ رضا قادری نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۸۹۲ء بروز دو شنبہ اس خاکدان گیتی پر قدم رکھا۔ ولادت کے وقت والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان مارہرہ مقدسہ میں جلوہ افروز تھے۔ وہیں رات میں خواب دیکھا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خواب ہی میں آل الرحمٰن نام رکھا۔ حضرت مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری جانشین حضرت شاہ آل رسول احمد مارہروی قدس سرہما نے "ابوالبرکات محی الدین جیلانی" نام تجویز فرمایا۔ محمد کے نام پر عقیقہ ہوا۔ اور مصطفےٰ رضا عرف قرار پایا۔

امام اہلسنت نے بارگاہ رب العزت میں ایک بار دعا کی تھی پروردگار عالم! مجھے ایسا فرزند عطا فرما جو عرصہ دراز تک تیرے دین متین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔ لبہائے امام سے نکلی ہوئی دعا شرف قبولیت سے سرفراز ہوئی اور مفتی اعظم ہند کی شکل میں ارشاد و ہدایت کا آفتاب بن کر چمکی۔

تعلیم بسم اللہ خوانی کی رسم کے بعد امام اہلسنت فاضل بریلوی کی نگرانی میں تعلیم و تربیت کا باضابطہ آغاز ہوا۔ اساتذہ میں مولانا شاہ رحم الٰہی منگلوری اور مولانا بشیر احمد علی گڑھ علیہما الرحمہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ بعد فراغت امام اہلسنت کی حیات طیبہ ہی میں فتویٰ نویسی شروع کر دی تھی۔ اس کی ابتدا کا واقعہ قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ابھی نو عمری کا عالم تھا۔ ایک دن آپ دارالافتاء میں پہونچے، دیکھا کہ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فتویٰ لکھ رہے ہیں۔ مراجع کے لئے اٹھ کر فتاوی رضویہ الماری سے نکالنے لگے۔ فرمایا۔ کیا فتاوی رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو۔ مولانا نے فرمایا۔ اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانیں۔ آپ نے فوراً لکھ دیا۔ وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔ یہ آپ کا پہلا جواب تھا جو اپنی زندگی میں قلمبند فرمایا۔ اصلاح و تصحیح کے لئے جواب امام اہلسنت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ صحت جواب پر امام اہلسنت بہت خوش ہوئے۔ اور صح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب۔ لکھ کر دستخط ثبت فرمایا۔ یہی نہیں بلکہ انعام کے طور پر "ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمان محمد عرف مصطفےٰ رضا" کی مہر مولانا حافظ یقین الدین علیہ الرحمۃ کے بھائی سے بنوا کر عطا فرمائی۔ یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ کا ہے اس کے بعد بارہ سال تک والد ماجد کی زندگی میں فتویٰ نویسی کرتے رہے۔ جس کا سلسلہ قریباً آخر عمر تک جاری رہا۔

بشارت حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ نے مفتی اعظم قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت کی خبر پا کر امام اہلسنت سے فرمایا تھا۔ مولانا ۔ جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچہ کو ضرور دیکھوں گا۔ "وہ بہت ہی مبارک بچہ ہے"۔ چنانچہ جب آپ بریلی شریف رونق افروز ہوئے، اس وقت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی عمر مبارک صرف چھ ماہ کی تھی خواہش کے مطابق بچہ کو دیکھا، اس نعمت کے حصول پر امام اہلسنت کو مبارک باد دی اور فرمایا۔" یہ بچہ دین و ملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہونچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔ اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا" یہ فرماتے ہوئے حضرت نوری میاں نے اپنی مبارک انگلیاں بلند اقبال بچہ کے دہن مبارک میں ڈال کر مرید کیا" اور اسی وقت تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی"۔

حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ نے بچپن میں جو پیشن گوئی فرمائی تھی حرف بحرف ثابت ہوئی۔ آپ نے خدمت خلق کے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے آج کے زمانہ میں اس کی مثال مفقود ہے۔

ایک واقعہ برادر بزرگ مولٰینا محمد احمد صاحب قبلہ بھیروی آنکھوں دیکھا حال بیان فرماتے ہیں۔ جن دنوں فیض العلوم جمشید پور میں تھے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ ایک بار تشریف لائے۔ واپسی کے وقت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی نے فون سے ٹرین کا وقت معلوم کیا۔ ٹرین کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت رکشہ پر سوار ہوئے اگر ذرا سی بھی دیر ہوتی تو ٹرین کے چھوٹ جانے کا اندیشہ تھا۔ اتنے میں ایک آدمی تعویذ کے لئے آگیا۔ علامہ ارشد صاحب نے اسے ڈانٹا مگر حضرت نے منع فرمایا۔ اور تعویذ لکھنے کے لئے اتر پڑے۔ حضرت علامہ نے عرض کی حضور ٹرین چھوٹ جائے گی۔ آپ نے ارشاد فرمایا چھوٹ جانے دو۔ دوسری ٹرین سے جاؤں گا۔ کل قیامت کے دن اگر خداوند کریم نے پوچھ دیا تو میں کیا جواب دوں گا یہ کہہ کر آپ نے سواری سے سامان اتر والیا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے اندر خدمت خلق اور خشیت الٰہی کا کتنا جذبہ کارفرما تھا۔

بیعت و خلافت آپ بیعت حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ سے تھے اور خلافت و اجازت والد ماجد امام اہلسنت سے حاصل تھی۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء جمعہ کو امام اہلسنت کا وصال ہوا۔ خلف اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قادری علیہ الرحمہ کو منصب سجادگی اور خانقاہ رضویہ و منظر اسلام کے تمام امور و وظائف کی ذمہ داری سپرد ہوئی۔ آپ کے وصال کے بعد امام اہلسنت کی سجادگی و جانشینی بہ اتفاق آراحضرات مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے سپرد ہوئی، بفضلہ تعالیٰ آخر عمر تک اس منصب پر رونق افروز رہے۔ اور فیض بیکراں جاری فرماتے رہے۔ آپ کے مریدین و خلفاء میں بیشمار علماء کرام و مشائخ عظام آپ سے بیعت و خلافت سے مستفید ہوئے۔

سفر حرم آپ تین بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ آخری حج سے ۱۳۹۱-۹۲ھ مطابق ۱۹۷۱ء کو مستفید ہوئے اس حج کی خصوصیت یہ ہے کہ آزادی کے بعد فوٹو لازمی ہونے کے باوجود بغیر فوٹو آپ کا پاسپورٹ بنا جیسا کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے بغیر فوٹو کے حج فرمایا۔

تصانیف حضرت کی کل تصنیفات معلوم نہ ہو سکیں جتنی معلوم ہو سکیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) فتاوی مصطفویہ۔
(۲) وقعات السنان
(۳) ادخال السنان
(۴) الموت الاحمر
(۵) طرق الہدی والارشاد
(۶) تنویر الحجہ بالتواء الحجہ
(۷) طرد الشیطان۔
(۸) حجۃ الباہرہ بوجوب الحجۃ الباہرہ۔
(۹) القول العجیب فی جواز التثویب
(۱۰) مسائل سماع۔

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

بقیہ :۔ مفتی اعظم ہند کی مختصر حیات مبارکہ۔

(۱۱) سامان بخشش (۱۳) ملفوظات اعلیحضرت چار جلدیں۔
(۱۲) حاشیہ الاستمداد

خلفاء مریدین و خلفاء لاتعداد ہیں۔ ان میں بیشتر علماء و مشائخ ہیں۔ جن کا احصار قریباً ناممکن ہے۔ چند مشاہیر خلفاء حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا سید عباس علوی مکی ۔
(۲) حضرت مولانا سید نور محمد مکی
(۳) مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب سمستی پوری
(۴) مولانا سید افضل حسین صاحب مونگیری پاکستان
(۵) مولانا فیض احمد صاحب اویسی بہاولپوری 〃
(۶) مولانا مبین الدین صاحب امروہوی
(۷) مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری پاکستان
(۸) مولانا حافظ احسان الحق قادری فیصل آبادی 〃
(۹) مولانا مفتی محمد خلیل برکاتی حیدرآبادی 〃
(۱۰) مولانا سید زاہد علی قادری فیصل آبادی 〃
(۱۱) مولانا غلام رسول صاحب فیصل آبادی 〃
(۱۲) مولانا مفتی غلام سرور قادری لاہوری 〃
(۱۳) مولانا ولی النبی قادری فیصل آبادی 〃
(۱۴) مولانا محمد منظور احمد فیضی بہاولپوری 〃 (وغیرہم)

بقیہ :۔ مبارکپور سے بریلی شریف تک

دسیوں ممالک کے سفراء نے بریلی شریف پہونچکر تعزیت کی۔ خلق خدا نے وہ غم منایا اور آپ کے جنازۂ مبارکہ میں چھ سات لاکھ انسانوں کا وہ زبردست ازدہام ہوا کہ اس کی نظیر تاریخ ہند و پاک میں شاذ و نادر ہی ملے گی۔

اس دنیا ہی میں آپ کو وہ عظمت و رفعت ملی کہ سلاطین زمانہ کو بھی رشک آئے کہ انکی حکومت جسموں تک محدود رہتی ہے اور یہ محبوبانِ بارگاہ دلوں پر راج کرتے ہیں اور انکی غلامی پر ایک زمانہ فخر کرتا ہے۔ اور انکی خدمت اپنے لئے سعادتِ دارین سمجھتا ہے۔ وذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء ؎
یہ رتبۂ بلند ملا جسکو مل گیا۔

الوداع ! اے مقتدائے قوم وملت ! کہ تیرے مبارک لمحاتِ زندگی تاریخ ملت اسلامیۂ ہند کی قیمتی امانت اور متاع عزیز ہیں جن کی اقتدا اور اتباع میں اس کی ارجمندی و فیروزمندی ہے —

الوداع ! اے آبروئے فضل وکمال ! کہ تیرے شجر علم و فن۔ ذکاوت و ذہانت۔ اور بصارت و بصیرت کی سچی داستانوں کی گونج ارباب علم و دانش اور اصحاب فکر و نظر کی محفلوں میں سنائی دیتی رہے گی اور وہ اس کی صدائے بازگشت سے اپنے مستقبل کی راہیں متعین کرکے اس پہ اپنا قدم آگے بڑھاتے رہیں گے —

الوداع ! اے صدر نشین بزم اہلسنت ! کہ تیری دینداری و پاکبازی، شرافت و نجابت، اور خلوص و صداقت نے وقت کی تمام اہم گتھیاں سلجھائیں اور تیری ذات مہر منیر کی طرح اس بزم عشاق کو روشن و منور کرتی رہی —

الوداع ! اے نائب مفتی اعظم ہند ! کہ کروڑوں فرزندانِ توحید و رسالت کے دلوں میں تیری عقیدت و محبت کے چراغ جھلملا رہے ہیں۔ انہیں روز و شب تیری یاد آئے گی اور مرغ بسمل کی طرح تڑپائے گی اور تیری مقدس صورت ہماری نگاہوں میں پھر کر ہمیں خون کے آنسو رلاتی رہے گی۔

سلام قبول ہو ایک گدائے بیکس اور فقیر بے نوا کا ! جس کے پاس اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ اپنے ٹوٹے ہوئے دل کا آبگینہ تیرے قدموں پہ ڈال دے اور بس ؎
کچھ پاس نہیں میرے، کیا نذر کروں تجھکو
اک ٹوٹا ہوا دل ہے اور گوشۂ تنہائی

پرنٹر پبلشر :۔ سید رکن الدین اصدق نے لیبل آرٹ پریس شاہ گنج پٹنہ ۶ سے چھپوا کر دفتر "رفاقت" پٹنہ ۶ سے شائع کیا۔

نورانی مصباحی

آہ :—

آفتاب ہدایت کو نیند آگئی،
ماہتاب شریعت کو نیند آگئی،

تاجدار ولایت کو نیند آگئی،
پاسبان طریقت کو نیند آگئی

مرکز اہلسنت کو نیند آگئی
مخزن علم و حکمت کو نیند آگئی

حامی دین و ملت کو نیند آگئی
ماحی شرک و بدعت کو نیند آگئی

عاشق جان رحمت کو نیند آگئی
بزم اِفتا کی زینت کو نیند آگئی

کاشف سر وحدت کو نیند آگئی
واقف رمز قدرت کو نیند آگئی

بوحنیفہ غزالی دوراں جو تھا
اس خدا کی عنایت کو نیند آگئی

جس کی تھی ہر ادا سنت مصطفےٰ
اس امین شریعت کو نیند آگئی

وہ شبیہ رضا مصطفےٰ خاں رضا
مظہر اعلیٰ حضرت کو نیند آگئی

ناز تھا اہل سنت کو جس ذات پر
اس خدا بھاتی صورت کو نیند آگئی

میکدہ بند ہے رند مدہوش ہیں
ساقی جامِ الفت کو نیند آگئی

چھا گئی ہر طرف رنج و غم کی گھٹا،
جب امام شریعت کو نیند آگئی

ہائے ! نورانی کس نے یہ آکر کہا
نائبِ اعلیٰ حضرت کو نیند آگئی

حضور مفتیٔ اعظم ہند کی دینی و علمی خدمات

مولانا محمد اشرف رضا قادری مصباحی اشرفیہ مبارکپور

مجدد مأۃ ماضیہ سیدنا امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ والرضوان نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ اے رب قدیر مجھے ایسی اولاد سے سرفراز فرما جو عرصہ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے [1]

دعا قبول ہوئی اور حضرت مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہ العزیز ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء کو شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپکی پیدائش کے وقت آپ کے والد ماجد سیدنا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز اپنے پیر طریقت خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ کے آستانۂ عالیہ مارہرہ مطہرہ میں قیام پذیر تھے وہاں امام اہلسنت نے خواب میں دیکھا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے اور خواب ہی میں آل الرحمٰن نام رکھا۔ حضرت مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ نے ابوالبرکات محی الدین احمد جیلانی نام تجویز فرمایا۔ محمد کے نام پر عقیقہ ہوا اور مصطفیٰ رضا عرف قرار پایا [2]

حضرت نوری میاں نے مزید فرمایا "مولانا صاحب جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچہ کو ضرور دیکھوں گا، وہ بہت ہی مبارک بچہ ہے"، چنانچہ جب حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ بریلی تشریف لائے تو حضرت کی عمر شریف چھ ماہ کی تھی۔ آپ کو دیکھ کر حضرت کو مبارکباد دی۔ اور پیشین گوئی فرمائی کہ "یہ بچہ دین و ملت کی بڑی خدمت کرے گا۔ خدا کی مخلوق کو اس کی ذات سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے اس کی نظروں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر واپس آئیں گے۔ اور یہ فیض کا دریا بہائے گا۔" یہ فرماتے ہوئے حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ نے اپنی مبارک انگلیاں بلند اقبال بچے کے دہن پاک میں ڈال کر مرید کیا اور اسی وقت جملہ سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی [3]

بسم اللہ خوانی کی رسم کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ والرضوان کی نگرانی میں تعلیم و تربیت باضابطہ شروع ہوئی اپنے برادر اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان و مولانا بشیر احمد علی گڑھی علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا شاہ رحم الٰہی مظفر نگری رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی درس لیا۔

بعد فراغت و تحصیل علم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی مبارک زندگی ہی میں فتویٰ نویسی شروع کر دی۔ آپ کا سب سے پہلا فتویٰ مسئلہ رضاعت کا تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ملک العلما حضرت مولانا ظفر الدین بہاری اور حضرت مولانا عبدالرشید عظیم آبادی علیہما الرحمہ والرضوان رضوی دار الافتاء میں کام کر رہے تھے۔ ایک دن حضرت دار الافتاء میں تشریف لے گئے "مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فتویٰ لکھ رہے تھے مراجع کے لئے اٹھ کر فتاویٰ رضویہ الماری سے نکالنے لگے نوعمری کا زمانہ تھا میں نے کہا کیا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو؟ مولانا نے فرمایا - اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں! میں نے فوراً لکھ دیا - وہ رضاعت کا مسئلہ تھا ---، یہ آپ کا پہلا جواب تھا - یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ کا ہے۔ اصلاح کے لئے جواب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ صحت جواب پر امام اہل سنت بہت خوش ہوئے اور صح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب لکھ کر دستخط ثبت فرمایا - اور "ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفیٰ رضا" کی مہر بنوا کر عطا فرمائی [4]

اعلیٰ حضرت کی حیات ہی میں تقریباً بارہ سال فتویٰ نویسی فرمایا اس کے علاوہ اور دیگر دینی خدمات میں مصروف رہے - اعلیٰ حضرت کی وفات کے بعد رضوی خانقاہ و دار الافتاء کے امور و فرائض نیز دار العلوم منظر اسلام کا اہتمام و انصرام اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان کے سپرد ہوا - اس دوران سیدنا مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ العزیز کا شغل عبادت و ریاضت فتویٰ نویسی، تصنیف و تالیف اور نعتیہ شاعری کا رہا۔ اور دعا و تعویذ کا مشغلہ بلا کسی معاوضہ کے محض برائے خدمت خلق جاری رہا - حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد اعلیٰ حضرت کی سجادگی و جانشینی باتفاق جلیل القدر خلفاء اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے سپرد ہوئی [5]

۱۳۶۲ھ سے لے کر بعد سجادگی تا دم حیات آپ کے فیض کا دریا جاری رہا اور یہ فیض عوام و خواص سب کو برابر بلا تخصیص پہنچتا رہا - اس حساب سے آپ کا فیض چودہویں صدی ہجری میں بہتر سال تک جاری رہا - اور پندرہویں صدی ہجری میں ایک سال ۱۴ دن کل تہتر سال تک خلق خدا آپ سے مستفیض ہوتی رہی - آپ کی ولادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ وفات ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ اس طرح آپ نے چودھویں صدی کا نوّے سال آٹھ دن پایا اور پندرہویں صدی ہجری میں ایک سال چودہ دن آپ نے اپنی زندگی کے لمحات گزارے۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہ العزیز درس نظامی کے جملہ فنون کے علاوہ تجوید، ادب، فلسفہ، منطق، ریاضی و دیگر علوم و فنون میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علم جفر و تکسیر، علم توقیت اور فن تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل تھا [6] مذکورہ بالا فنون کو اجمالاً ذکر کیا گیا ہے - حقیقت یہ ہے کہ آپ کو مندرجہ ذیل فنون پر عبور تھا :- (۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ (۵) اصول فقہ (۶) عقائد (۷) نحو (۸) صرف (۹) لغت (۱۰) ادب (۱۱) بیان (۱۲) معانی (۱۳) بدیع (۱۴) منطق (۱۵) فلسفہ (۱۶) تجوید (۱۷) تصوف (۱۸) سلوک (۱۹) اخلاق (۲۰) تاریخ (۲۱) سیر (۲۲) ریاضی (۲۳) علم جفر (۲۴) علم تکسیر (۲۵) علم توقیت (۲۶) علم الفرائض (۲۷) عروض و قوافی مندرجہ بالا علوم کے علاوہ (۲۸) فن تاریخ گوئی میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی تمام تصانیف کے نام تاریخی ہیں۔ اس کے علاوہ کسی معتقد کے یہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو وہ حضرت سے تاریخی نام دریافت کرتا حضرت فوراً نام بتا دیتے اور جب اس نام کے اعداد جوڑے جاتے تو وہ ایک دم صحیح اس سنہ کے تاریخی مادے ہوتے۔

اس کا صحیح طور پر علم نہیں کہ آپ کی کتنی تصانیف ہیں اس کا شمار اس وقت تک مشکل ہے جب تک حضرت کے سارے فتاوے کی تبویب نہ ہو جائے کیونکہ حضرت کا اکثر فتویٰ رسالہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ والرضوان کے فتاویٰ لاکھوں کی تعداد میں ہیں [7]

مولانا ڈاکٹر فیضان علی رضوی نے صرف ۱۳۴۹ھ سے ۱۳۵۹ھ تک تقریباً دس گیارہ سال کے فتاوے کی نقل رجسٹر سے کر کے اس کی تبویب کی جس کی دو جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں بنام فتاویٰ مصطفویہ پہلی جلد میں کتاب الایمان اور دوسری جلد میں کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، احکام مسجد درج ہیں - جب کہ حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۳۲۸ھ سے تقریباً ستر سال سے زائد افتاء کا کام انجام دیا ہے - جس میں سے صرف کتاب الایمان و کتاب الطہارۃ و کتاب الصلوٰۃ سے متعلق فتاویٰ شائع ہوئے ہیں - ابھی مندرجہ ذیل احکام کے فتاویٰ غیر مطبوعہ ہیں - کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب النکاح والرضاعۃ، کتاب الطلاق، کتاب البیوع، کتاب الاجارۃ والشفعہ والشرکہ والمضاربۃ، کتاب الوقف، کتاب العتاق، کتاب الحدود، کتاب الاضحیۃ، کتاب الایمان، کتاب الشہادۃ، کتاب السیر، کتاب الوصایا، کتاب الفرائض وغیرہا۔

فی الحال ان تصانیف و تالیف کا پتہ لگ سکا ہے، جو زیور طبع سے آراستہ ہیں ---- الملفوظ چار حصص، تنویر الحجہ بالتواء الحجہ، طرد الشیطان، حجۃ باہرہ بوجوب الحجۃ الطاہرہ، القول العجیب فی جواز التثویب، وقعات السنان فی حلق تسمیۃ بسط البنان، ادخال السنان، مسائل سماع، داڑھی کا مسئلہ، طرق الہدیٰ والارشاد، الموت الاحمر، شفاء العیّ فی جواب سوال بمبئی - موخر الذکر رسالہ فتاویٰ مصطفویہ اوّل میں شامل ہے۔

سرکار مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ العزیز نے مستقل کسی درسگاہ میں بیٹھ کر درس نہیں دیا مگر ہزاروں علماء آپ کے علوم کی روشنی سے مستنیر ہوئے - ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش اور دیگر ممالک میں اہل سنت و جماعت کا جتنے بھی دار الافتاء و دار القضا ہیں ہر ایک کے مفتی و قاضی نے آپ سے بالمشافہ یا بالواسطہ فتویٰ نویسی کا اکتساب کیا ہے - عصر حاضر کے جلیل القدر علماء کرام و مفتیان عالم آپ کو اپنا امام مانتے تھے - اگر کوئی دقیق اور اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو تمام مفتیان کرام کی نظریں آپ ہی کی طرف اٹھتی تھیں عالم اسلام میں آپ کے فیصلے کو حرف آخر تصور کیا جاتا تھا -

مذکورہ بالا ممالک کے علاوہ افریقہ و ایشیا اور یورپ کے ممالک میں بھی آپ کے جاں نثار علماء ہزاروں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں - حرمین شریفین کے علماء نے بھی آپ سے سند اجازت حاصل کی ہے، چنانچہ آپکے تیسرے حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں سید عباس علوی صاحب اور سید امین قطبی صاحب اور سید نور محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے باصرار آپ سے اجازت و خلافت حاصل کیا -

مدینہ منورہ میں آپ کی قیام گاہ پر ہر وقت اہل مدینہ اور دوسرے ممالک کے حجاج کرام کا ہجوم رہا کرتا تھا - ایک روز حلب کے علماء کرام آپ کی زیارت کو آئے آپ نے انہیں چائے پیش کی تو انہوں نے اس شرط پر چائے پی کہ آپ جوٹھا کر کے تبرک کر دیں بعد میں ان حضرات میں بعض بعض حضرت کے مرید ہوئے اور بعض نے اجازت و خلافت حاصل کی ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ط

سنت کی نصرت اور بدعت کی مخالفت اور اس کے استیصال میں سرگرم رہنا سرکار مفتیٔ اعظم ہند کا خاندانی ورثہ تھا آپ اسی ماحول میں پروان چڑھے تھے۔ احقاق حق و ابطال باطل میں حکومت کے زوروں اور سزاؤں کے اعلان کے باوجود بھی بغیر خوف خائف دلومۃ لائم اور دنیوی منافع کے صرف رضاء الٰہی اور اطاعت رسالت پناہی جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سینہ سپر رہتے تھے - چودھویں صدی ہجری میں عظیم انقلابات رونما ہوئے - حرمین طیبین پر نجدی حکومت کا تسلط، ارض مقدس (بیت المقدس) پر خونخوار اسرائیلیوں کا قبضہ، انقلابات ترکی، دوسری عالمگیر بین الاقوامی جنگ اور اس کے نتائج بد، محکوم اقوام و ممالک کی سیاسی آزادی، جدید اقتصادی، معاشرتی اور اتحادی تحریکات، نت نئے نظریات، سائنسی ترقیات،

---

[1] الحاج رحمت نبی خاں : پندرہویں صدی ہجری اور منصب تجدید ص۱۴ ناشر ادارۂ تحقیقات مفتیٔ اعظم ہند بریلی
[2] مولانا محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہل سنت ص۲۲۳ ناشر - خانقاہ قادریہ اشرفیہ بھوانی پور مظفرپور
[3] الحاج رحمت نبی خاں : پندرہویں صدی ہجری اور منصب تجدید ص۱۵
[4] مولانا محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہلسنت ص۲۲۴
[5] الحاج رحمت نبی خاں : پندرہویں صدی اور منصب تجدید ص۱۶
[6] جناب عبدالنعیم عزیزی : مفتیٔ اعظم ہند ص۱ ناشر - کتابستان رضا بریلی -
[7] مولانا محمد اعظم مصطفوی، مفتی رضوی دار الافتاء بریلی شریف : پیش لفظ فتاویٰ مصطفویہ جلد دوم ص۲ ناشر - مکتبہ رضا پیلی بھیت -

جدید انتہا پسندات و ایجادات ہندوستان و دیگر اسلامی ممالک میں بلی جلی سیاسی نیز مذہبی تحریکات و جماعتیں اور ان کے بانیوں، مشیر کاروں وغیرہم کے نظریات و تحریرات وغیرہ کا حشرات الارض کی طرح شائع و ذائع ہونا ان ساری باتوں نے عام لوگوں کے لئے تشویش ناک صورت پیدا کر دی ہے - امت مرحومہ کے لئے کتاب و سنت پر ثابت رہنا تلوار پر چلنے کے مترادف ہو گیا تھا - ایسے متلوّن دور میں ان باطل نظریات کا اثر مسلمانوں پر پڑنا لازمی امر تھا - ایسے نازک دور میں آپ نے اپنے فتاویٰ کے ذریعہ اسلام مخالف جماعتوں کے نظریات و تحریرات اور اسلام دشمن افکار و تحریکات کی بیخ کنی فرما کر مسلمانان عالم بالخصوص مسلمانان اہل سنت و جماعت کی رہبری فرمائی جن کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں -

چاند کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے " لاتصوموا حتی تروا الھلال ولاتفطروا حتی تروہ فان غمّ علیکم فاقدروالہ — وفی روایۃ - قال الشھر تسع وعشرون لیلۃ فلاتصوموا حتی تروہ فان غمّ علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین، متفق علیہ [۱]

یعنی روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ چاند کو دیکھ لو - (جب رمضان المبارک کا چاند دیکھ لو تو روزہ رکھنا شروع کرو) اور افطار نہ کرو یہاں تک کہ چاند کو دیکھ لو (جب شوال کا چاند دیکھ لو تو اب تم پر روزہ فرض نہ رہا دن میں کھاؤ پیو -) پس اگر تم پر چاند ظاہر نہ ہو تو گنتی پوری کرو" ایک دوسری روایت میں ہے " مہینہ انتیس دنوں کا ہوتا ہے تم روزہ نہ رکھو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو - اور اگر تم پر چاند ظاہر نہ ہو تو مکمل ۳۰ دن پورے کرو -

اس ارشاد کے بعد بھی رویت ہلال سے متعلق غیر ذمہ دار صوبائی اور ملکی کمیٹیاں ریڈیو، ٹیلی فون اور تار کے ذریعہ چاند کے ہونے اور نہ ہونے کا اعلان کرتی ہیں جب کہ ارباب فقہ کا متفقہ فیصلہ ہے چاند کی رویت کے بارے میں عینی شہادت چاہیئے - ریڈیو، ٹیلی فون اور تار کی خبروں کا اعتماد نہیں کچھ سرپھرے لوگ ریڈیو کی خبر پر لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور زبردستی عید کر ہی لیتے ہیں -

دیگر اسلامی ممالک کی دیکھا دیکھی پاکستان میں فیلڈ مارشل ایوب خاں کے عہد حکومت میں ایک رویت ہلال کمیٹی بنائی گئی جس کے ممبران عیدین کے موقعہ پر ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھا کرتے تھے - ایک مرتبہ عید کے موقعہ پر ۲۹ رمضان المبارک کو کمیٹی کے چند افراد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے گئے انہیں چاند نظر آگیا اور حکومت کو اس کی اطلاع دیدی جس کے نتیجے میں حکومت نے رویت ہلال کا اعلان کر دیا - بعض علماء کی مخالفت پر دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک کے مفتیان کرام سے فتویٰ مانگا گیا اور ایک استفسار سرکار مفتی اعظم ہند کی خدمت میں بھی ارسال کیا گیا - دنیا کے تمام مفتیان کرام نے رویت ہلال کمیٹی کے اس اعلان کو ناجائز بتایا مگر مفتی اعظم

ہند قدس سرہ العزیز نے اس کا رد فرمایا اور کتاب و سنت کی روشنی میں جو فتویٰ صادر فرمایا ملاحظہ ہو -

"چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی حکم دے گا - چاند کو سطح زمین یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہو دیکھنا چاہیئے - رہا جہاز سے چاند کو دیکھنا، تو یہ غلط ہے - چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا - اس لئے چاند کہیں ۲۹ کو اور کہیں ۳۰ تاریخ کو نظر آتا ہے اور اگر جہاز سے چاند کو دیکھ کر رویت کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جانے کے بعد چاند ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم دیا جا سکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقر عید جائز ہے اس طرح جہاز سے چاند دیکھ کر یہ فتویٰ صادر کرنا کہ ۲۹ کا چاند معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا [۲]

حضرت کے اس عظیم و تاریخی فتویٰ کو پاکستان پہنچنے کے بعد تمام پاکستانی اخباروں نے اس کو شائع کیا اور دوسرے ماہ ۲۷، ۲۸ تاریخ کو حکومت کی جانب سے جہاز کے ذریعہ اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو جہاز کے بلندی پر پرواز کرنے کے بعد ان تاریخوں میں چاند نظر آگیا تب حکومت پاکستان نے مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کے مبارک فتویٰ کو تسلیم کر کے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی اور دنیا کے تمام مفتیان کرام نے آپ کے علم و فضل کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں - اس طرح آپ کے اس مبارک فتویٰ سے سنت کا احیا اور بدعت کا استیصال ہوا - نیز ایمرجنسی کے زمانے میں جبری نس بندی جاری تھی اور پورے ملک میں بلا تفریق مذہب و ملت ہر ایک اس ظلم کے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا - بڑے بڑے قائدین و لیڈران کی زبانیں گنگ تھیں - بہت سارے نام نہاد مسلم رہنما و علما نے حکومت کے خوف سے نس بندی کے جواز کا فتویٰ دیدیا تھا - اور جو لوگ اسے دل سے غلط سمجھتے تھے وہ بالکل خاموش تھے - حکومت کا یہ سارا اقدام صرف اس غرض کے لئے تھا کہ نس بندی کے ذریعہ آبادی کم ہوگی اور جب آبادی کم ہوگی تو ملک سے مفلسی دور ہوگی اور جب مفلسی دور ہوگی تو لوگ چین و سکون سے زندگی گذاریں گے یہ سارے باطل توہمات اسلامی عقائد و تعلیم کے خلاف تھے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے " ولاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ط نحن نرزقھم وایاکم ط ان قتلھم کان خطأ کبیرا [۳]

یعنی " اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی - بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے " [۴]

جب رزق کا دینے والا خدا ہے تو مخلوق خدا پر نس بندی کا ظلم کیا معنی رکھتا ہے ایسا بھی تو نہیں کہ نس بندی کر دینے کے بعد توالد و تناسل کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے - بہت سے آدمی ایسے ہیں جنہوں نے نس بندی نہیں کرائی پھر بھی اولاد جیسی نعمت سے محروم ہیں یہ تو محض اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے - جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے - عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العزل فقال مامن کل الماء یکون الولد واذا اراد اللہ خلق شئ لم یمنعہ شئ [۵]

یعنی - " ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل (صحبت کے وقت باہر انزال کرنا) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر پانی (منی) سے لڑکا پیدا نہیں ہوتا اور جب اللہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمائے تو کوئی چیز اسے روک نہیں سکتی "

اس مادی دنیا میں مادہ تولید ہی کو توالد کا اصل قرار دیا جاتا ہے درحقیقت اس میں بھی بغیر مشیت ایزدی اس کی صلاحیت نہیں ہر شے مشیت خداوندی کی محتاج ہے اور تجربہ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ بہت سے لوگوں نے نس بندی کرائی جس کے باوجود بھی اولاد ہوئی تو خود تجربہ نے حکومت کے منصوبے کی تردید کر دی -

سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے حکومت کے جور و استبداد کے باوجود بھی علی الاعلان حق کا اظہار فرمایا اور نس بندی کے خلاف فتویٰ دیا اسی پر بس نہیں بلکہ اسے پوسٹر کے ذریعہ شائع کر کے سارے ملک میں پھیلا دیا اور حکومت کے کارندے منہ تکتے رہ گئے -

اس کے علاوہ اس پرفتن دور میں مسلمان غیر مسلموں سے موالات قائم کرتے ہیں ان کے جلوس و مذہبی مراسم و میلوں میں شریک ہوتے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد اپنی دوستی کا اظہار قرآن خوانی و دعا سے کرتے ہیں اس طرح کے لوگوں کے بارے میں استفسار آپ کی بارگاہ میں پہنچا تو سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے ایسے لوگوں سے اظہار نفرت اور انہیں معاشرے سے نکالنے کا حکم دیا اور فرمایا ان پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم ہے [۶]

نیز اس پرآشوب دور میں مذہب سے آزادی اور اسلامی احکامات سے بیزاری کو بہت سے انسان معراج کمال محسوس کرتے ہیں اور یہ کہتے پھرتے ہیں کہ مذہب ہی بنی نوع انسان میں جھگڑا و تباہی کا باعث ہے اس طرح کی باتیں کرنے والوں سے متعلق آپ کے یہاں استفسار کیا گیا تو آپ نے احقاق حق و ابطال باطل کرتے ہوئے فتویٰ صادر فرمایا — " ایسا قول مثل ازلی کا عقیدہ رکھنے والے دہریہ اور اباحیہ ہیں ایسے ہی لوگ ابلیس کے ایجنٹ، شیطان وکیل، شیطنت کا پروپگنڈہ کرنے والے ہیں انہیں اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ نہیں [۷]

آپ نے ایسے لوگوں سے اظہار نفرت فرما کر بہت سے آثار و شواہد کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ مذہب سے بیزاری ہی میں ذلت ہے مذہب کی دوری ہی کی وجہ سے مسلمانوں کی جان و مال عزت و آبرو خطرے میں ہے نکاحیں زیر عمل ہیں تکاسل و تکاہل ہی ان کی ترقی کی راہ میں روڑا بنا ہوا اور آج مسلم قوم روز بروز انحطاط و تنزل کے قعر مذلت میں گرتی جا رہی ہے - آج سے چودہ سو سال پہلے جو قوم جہالت کی پیکر اور وحشت کا مجسمہ تھی، مذہب کا قلادہ گلے میں ڈال کر آن واحد میں مہذب ہی نہیں مہذب بن گئی اور ساری دنیا میں ان کی اعلیٰ تہذیب کا ڈنکا بج گیا - جو قوم غریب و نادار تھی لوٹ مار اور ڈکیتی میں جس کا وقت گذرتا تھا جو ظلم و جفا کے خوگر تھے اس قوم کو مذہب کی تابعداری نے امن و آشتی کا علم بردار بنا دیا اور ساری دنیا کی بادشاہت ان کے قدموں پر نثار ہو کر ان کے قدم چومنے لگی - اس کے علاوہ موجودہ زمانے میں کچھ مسلمان یہود و نصاریٰ کی طرح داڑھی منڈائے رہتے ہیں اور اپنے کو مسلمان اور مسلمان کی اولاد کہتے ہیں ایسے لوگ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو آپ انہیں پھٹکارتے - بروقت اپنی مجلس سے انہیں نکلوا دیتے پھر انہیں بلواتے سمجھاتے اور شرعی احکام بتاتے جس کا اثر یہ ہوتا کہ لوگ وہیں آپ کی بارگاہ میں تائب ہو کر ہمیشہ کے لئے داڑھی رکھنے کا وعدہ کرتے - پھر وہاں سے جانے کے بعد غیروں کے مصلح ہو جاتے - راستہ میں جو بھی داڑھی منڈا ملتا اسے سمجھاتے اور داڑھی رکھنے کی تلقین کرتے اور اپنا ہم شکل بنا کر ہی دم لیتے - اس طرح آپ نے صدہا سنتوں کا احیا اور بدعت کی بیخ کنی فرمائی - بقول مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی — ہم لوگوں کی پوری پوری رات کی بلکہ مہینوں کی شعلہ بار تقریریں اصلاح عقائد اور جوش عمل کا وہ کام نہیں کر پاتی ہیں، جو کام حضور مفتی اعظم ہند کی ایک نگاہ اثر انگیز کر دکھاتی ہے [۸]

لوگ کتاب سے بعد میں متاثر ہوتے ہیں مگر سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی نورانی صورت دیکھ لوگ فوراً متاثر ہو جاتے تھے - ہزاروں افراد نے صرف آپ کے چہرۂ زیبا کو دیکھ کر ہمیشہ کے لئے اپنی اصلاح کر لی - لاکھوں افراد آپ کے وسیلے سے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں داخل ہوئے - جن میں زیادہ تعداد علماء کی ہے جن میں سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے خلفاء پوری دنیا میں پھیل کر مسلک حق کی اشاعت اور باطل کا انسداد سنت کریمہ کا احیا اور بدعت خبیثہ کا استیصال کر رہے ہیں اس پر تبارک و تعالیٰ کا فضل عظیم اور رسول رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ رحمت و رافت اور حضور غوث الثقلین سیدنا ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی نظر عنایت تھی و ذالک

فضل اللہ یوتیہ
من یشاء واللہ
ذوالفضل
عظیم

---

[۱] بخاری و مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف ص۱۷۴ [۲] پندرہویں صدی ہجری اور منصب تجدید ص۳۰ و مفتی اعظم ہند ص۱۹ مزید تفصیل اور دلائل و براہین کے لئے مجموعہ فتاویٰ مصطفویہ کا انتظار کریں قادری [۳] سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵ رکوع ۴ [۴] کنز الایمان ص۴۱۳ [۵] مسلم شریف ص۴۶۵ مشکوٰۃ شریف ص۲۷۵ [۶] پندرہویں صدی ہجری اور منصب تجدید ص۵۴ تا ۵۷ [۷] پندرہویں صدی ہجری اور منصب تجدید ص۵۰ [۸] مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی : پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ ۶ جلد ۱ شمارہ نمبر ۱

عیدِ میلاد کے خلاف مفتیٔ نجد کے فتویٰ کا جواب

۴۸۶/

محترم جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار! ذیل میں سعودی عرب کا میلاد شریف کے بارے میں ایک فتویٰ ارسال خدمت ہے اس کا شرعی جواب "پندرہ روزہ رفاقت" میں شائع فرما کر عوام میں پھیلائے گئے ہیجان کو دفع فرمائیں کیونکہ ملّی و مذہبی تنظیم ادارہ ہونے کی وجہ سے ادارۂ شرعیہ کی عظیم ذمہ داری بھی ہے --

منظر عقیل، آزاد نگر، جمشید پور

"بحرین ۲۱ر نومبر۔ سعودی عرب حکومت کے ممتاز مذہبی رہنما شیخ عبداللہ بن باز نے فتویٰ صادر کیا ہے کہ عید میلاد النبی منانا بدعت ہے، پوری دنیا میں مسلمان جو پیغمبر اسلام کی ولادت کا جشن مناتے ہیں اس کو انہوں نے احکام خداوندی کے خلاف قرار دیا ہے۔ اپنے فتویٰ میں شیخ باز نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کی اور نہ کسی دوسرے کی سالگرہ منانے کا حکم دیا ہے، انہوں نے کہا کہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے کہ عید میلاد النبی بدعت ہے، اور دشمنانِ خدا یہود و نصاریٰ کی تقلید ہے۔ شیخ باز حکومتِ سعودیہ کے محکمہ تحقیقاتِ شرعیہ و ہدایت کے سربراہ ہیں، انہوں نے تمام مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس طرح کا جشن نہ منائیں۔"

(منقول از "اجالا" کلکتہ۔ و روزنامہ "آزاد ہند" کلکتہ، ۲۲ر نومبر ۱۹۸۱ء ص۱ کالم ۵)

۴۸۶/۹۲ برادرِ مخلص! السلام و رحمت

آپ کا مخلصانہ مشورہ قابلِ قدر اور لائقِ توجہ ہے لیکن آپ سوچئے جس گروہ میں شیخ نجدی سے شیخ عبداللہ باز تک ہر فرد عظمتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے خدائی بغض و عناد ہو، ذکرِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹانے کے درپے ہو، جن کی نگاہوں میں گنبدِ خضرا علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام [illegible] اکبر ہو، جن کے عقیدے میں جانِ رحمت علیہ التحیۃ سے [illegible] کا آمد ان کی لاٹھی ہو وغیرہ وغیرہ بھلا ان کے ایمان [illegible] عقیدے میں جشنِ ولادت کا منانا ناجائز و حرام، شرک و بدعت [illegible] ہو گا تو کیا آپ ان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس مبارک [illegible] جشن کو مباح و مستحب سمجھیں گے، حاشا و کلا۔ یہ مشہور واقعہ آپ نے سنا ہوگا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقعہ پر جشنِ میلاد کے خلاف سب سے پہلے شیخ نجدی نے اپنے چہرے پر خاک ڈال کر غم و غصہ کا اظہار کیا تھا اور جب سے اب تک اس کی ذریت ولادت کی مخالفت میں سرگرم ہے۔

میرے مخلص بھائی!

جو گروہ اپنے بزرگوں کی تقلید میں عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف بغض و حسد کی آگ میں جل رہا ہے اسے جلنے سے کوئی نہیں بچا سکتا کہ جلنا اس کا مقدر بن چکا ہے۔ وہ اس آگ میں ہمیشہ جلتا رہے گا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں ؎

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

آپ کے علاوہ ہمارے بہت سے مخلص بھائیوں کی خواہش ہے کہ حکومت سعودیہ کے زرخرید، نام نہاد مذہبی رہنما شیخ عبداللہ باز کے فتویٰ مذکور کا تجزیہ شرعی دلائل کی روشنی میں کیا جائے اس لئے چند سطریں حوالۂ قلم کرتا ہوں تاکہ اپنوں کے لئے وجہ استقامت ہو اور جاہل مفتیوں کے لئے باعثِ ندامت۔۔

هو الموفق الى الصّواب

الجواب

بعون الملك الوهّاب

شیخ عبداللہ بن باز نے اپنے فتویٰ میں جس قدر دعوے کئے وہ سب بے دلیل ہیں اور کوئی دعویٰ عند الشرع بغیر دلیل کے قابلِ قبول نہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "البینۃ علی المدعی الخ" غالباً شیخ باز نے اس راہ سے دانستہ گریز کیا ہے تاکہ اس کے علم کا افلاس نہ ظاہر ہو جائے۔ اور پیش کردہ دلائل کی دھجیاں نہ اڑ جائیں۔ صرف ریال اور سرخ سکوں کے دباؤ میں آکر مفتیٔ نجد نے قرآن پاک کا نام لے لیا ہے شاید اسے معلوم نہیں کہ معاملاتِ شرع میں لب کشائی سعودی تخت و تاج نہیں کہ جہاں اجارہ داری کو دخل ہو، کشورِ افتاء وہ عروسِ مملکت نہیں جسے خون آلود تلواروں سے زیر کیا جائے بلکہ اس منصبِ جلیل کا آشیانہ اس قدر بلند ہے اس قدر بلند ہے کہ حکومت و سطوت، دولت و ثروت کا ذکر ہی کیا؟ فکر و فن اور علم و فضل کی سربلندیاں بھی اس کے سامنے سرنگوں ہیں۔ اس لئے شیخ باز کو اگر واقعی اصول افتاء سے دور کا بھی لگاؤ ہے تو اسے لازم ہے کہ اپنے دعووں کو دلائل سے مزین کرے، هاتوا برهانكم ان كنتم صدقين ه

شیخ باز کی یہ آواز کہ "عید میلاد النبی منانا بدعت ہے" اور اس پر یہ ساز کہ "اس کا بدعت ہونا نصِ قرآنی سے ثابت ہے"، جس قدر مضحکہ خیز فتنہ انگیز ہے اس سے زیادہ علم و دیانت کا خون اور جہل و تعصب کا جنون ہے۔ بالفرض اگر اس سلسلہ میں نصِ قرآنی موجود ہے تو، اس نص کا تعلق آیاتِ محکمات سے ہے یا متشابہات سے؟ بدعت کا اثبات نصِ قرآنی سے کیا معنی رکھتا ہے؟ آیا وہ بدعت محرمہ ہے یا مکروہہ واجبہ ہے یا مستحبہ آخر وہ کون سی بدعت ہے جس کا ثبوت نصِ قرآنی سے ہے؟ ملّا باز کے دعووں کا مختصر جائزہ لینے کے بعد عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ثبوت میں ذیلی چند سطریں پیشِ خدمت ہیں کہ انصاف و علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو اہلِ حق و اربابِ محبت کے لئے کافی ہیں نیز اس سے ملّا باز کی ہوا بازیاں بھی واضح ہو جائیں گی۔

پہلے تو سمجھنا چاہئے کہ میلاد شریف کی حقیقت کیا ہے؟ اور مروجہ محفلِ میلاد پاک میں وہ کیا باتیں ہیں جو ارکان کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر بنظرِ تامل دیکھا جائے تو اس میں چند باتیں سامنے آتی ہیں:

(۱) نورِ محمدی کے کرامات کا اظہار۔
(۲) ولادت کے وقت محیر العقول واقعات۔
(۳) پرورش و رضاعت مبارکہ سے قبر انور میں تشریف لے جانے تک کے وہ اجمالی حالات جن کا تعلق خلق و مروت عفو و کرم، احقاقِ حق و ابطالِ باطل، تبلیغ و جہاد، معجزات و فضائل وغیرہا سے ہے مختصراً مگر جامعیت سے بیان کرنا۔
(۴) تا اختتامِ مجلس مؤدبانہ درود و سلام پیش کرتے رہنا۔

یہی محفلِ میلاد شریف کی تعریف اور حقیقت ہے۔ بحمدہ تعالیٰ سنی مسلمانوں کے یہاں اسی طریقے سے محفلِ میلاد شریف قائم کی جاتی ہے اور اس کے ذیل میں مٹھائیوں کا تقسیم کرنا، لوگوں کو مدعو کرنا، خطبا و سامعین کے لئے فرش و فروش کا نظم، تطہیر و تزکیۂ محفل کے لئے عطر و گلاب کا چھڑکاؤ وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے مذکورہ بالا باتوں کا ذکر و حکم قرآن و سنت میں ہے یا نہیں اور اس کے لئے محافل کے انعقاد کی اجازت اصولِ شرع سے ملتی ہے یا نہیں؟ اگر قرآن و سنت میں اس کا حکم موجود ہے تو ہم بحیثیت مسلمان کے محکوم ہیں ہمیں حکم ماننا ہی ہوگا اور اس سے سرتابی کی مجال نہیں چہ جائے کہ اسے بدعت کہہ کر اپنی عاقبت خراب کریں۔

قرآنِ عظیم سے میلاد کا ثبوت (۱)

لقد جاءكم رسول من	بے شک تمہارے پاس تشریف لائے
انفسكم عزيز عليه ما	وہ رسول تم ہی میں سے جن پر تمہارا
عنتم حريص عليكم	مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری
بالمؤمنين رءوف رحيم	بھلائی کے نہایت چاہنے والے
	مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں۔

قرآن کریم نے عظمت والے رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر فرمایا "جو ولادت مبارکہ کا ذکر ہے"، اور مِنْ اَنْفُسِكُمْ ـــــ تم ہی میں سے ـــــ فرما کر، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا "نسب نامہ بیان کیا" پھر عزیز علیہ سے اخیر تک سید کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کا خلق و مروت، عفو و کرم، جود و عطا اور شفاعت وغیرہ کو بیان کیا اور رءوف رحیم فرما کر اپنی عظمت و شوکت اور بارگاہ الٰہی

میں محبوبیت کو ظاہر کیا۔

(۲)

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله

عظمت والے خدا نے اپنے رسول کو ہدایت کا ملہ اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے

اس آیت کریمہ میں قرآن عظیم نے فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ورسالت کا ذکر فرماکر اہل محبت کی جستجو کو فروغ دیا۔ تاکہ وہ معلوم کریں کہ بھیجنے سے پہلے اس رسول معظم کو کہاں رکھا اور اس وقت اس کے فیوض و برکات کی کیفیت کیا تھی (اور یہی (نوار محمدی کے کرامات کا دور اول ہے"، پھر اس آیۃ کریمہ میں آپ کی تبلیغی وسعتوں کا ذکر فرماکر، احقاق حق اور ابطال باطل کو ظاہر کیا۔

(۳)

لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه الآیۃ

تاکہ اے لوگو! تم اللہ ورسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

قرآن پاک نے اس آیت شریفہ میں آپ کی عظمت ووقار کا خطبہ پڑھا اور تمام اہل ایمان کو تعظیم وتوقیر کا مطلق حکم دیا۔ آیات مذکورہ کی طرح بے شمار آیات کریمہ قرآن مجید میں موجود ہیں جس میں وہ تمام باتیں ذکر فرمائی گئی ہیں جو کسی بھی محفل میلاد پاک میں بیان کی جاتی ہیں۔ اب کوئی ذی عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان آیات کے ذکر کا حق صرف قرآن کو ہے اور قرآن ماننے والوں کو نہیں ہے۔ حاشا وکلا قرآن ماننے والوں کو تو ذکر اور مذکور بلکہ مذکور سے جو متعلق ہوں سب کے بیان کرنے کا حکم خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ ارشاد فرمایا گیا۔

واما بنعمة ربك فحدث ط

اپنے رب کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو۔

اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دنیوی واخروی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے بلکہ تمام نعمتیں انہیں کے صدقہ وطفیل میں ملی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کو قرآن پاک نے یوں نقل فرمایا ہے۔

یقوم اذکروا نعمة الله علیکم اذ جعل فیکم انبیاء الآیۃ

اے میری قوم اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم میں پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت الٰہیہ ہے اور سید رسل علیہ وعلیہم السلام نعمت کبریٰ ہیں۔ اللّٰھم صل وسلم وبارك علی من اسمه نعمة الله صلی اللہ علیہ وسلم نیز آیت کریمہ میں انبیا کے ذکر کا حکم دیا کہ وہ برکات وثمرات کا سبب ہے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ یہ حکم کسی فرد یا شخص کو نہیں ہے بلکہ صیغۂ جمع کے ساتھ پوری ملت وبرادری کو ہے جس سے محافل میلاد مبارک کے برکات وثمرات اور محمود ومستحسن ہونے کی واضح سند ملتی ہے۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے جو کچھ گہوارۂ نبوت میں ارشاد فرمایا۔ قرآن عظیم میں اسے ابدی حیثیت حاصل ہے۔

والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا ط

اور سلامتی ہو مجھ پر جس دن میری ولادت ہوئی اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

یہاں خاص یوم میلاد میں سلامتی کی دعا فرما رہے ہیں جس سے میلاد انبیاء کی اہمیت وعظمت روشن طریقے پر سامنے آجاتی ہے۔ پھر یوم میلاد انبیاء کا ذکر نہ صرف انہیں نبیوں کے ساتھ خاص بلکہ قوم وامت کو بھی اس کے ذکر کا حکم دیا گیا۔

وذکرهم بایام الله ط

اور انہیں ایام الٰہیہ یاد دلاؤ۔

سبحان اللہ العظیم، ان ایّام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم ذات کی طرف منسوب فرماکر اتنا سربلند فرمادیا ہے جو کبھی پست نہیں ہوسکتے۔ آیات مذکورہ بالا میں نبیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل حمیدہ بھی ہیں، ذکر ولادت بھی، پھر اس کی یاد منانے کا حکم بھی ہے اور اجازت بھی۔

احادیث کریمہ سے میلاد شریف کا ثبوت

(۱)

مشکوٰۃ جلد دوم باب فضائل سید المرسلین میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فقام النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی المنبر فقال من انا الخ

تو ممبر پر آپ جلوہ فرما ہوئے اور حاضرین سے پوچھا کہ بتاؤ میں کون ہوں؟

سب نے عرض کیا۔ "آپ رسول اللہ ہیں"

آپ نے فرمایا ——

ہاں سنو! میں محمد بن عبد اللہ ہوں جو عبد المطلب کے بیٹے تھے۔

پھر فرمایا ——

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہترین مخلوق میں رکھا، پھر اس کے دو حصے کئے عرب وعجم تو ہم کو بہترین میں رکھا، پھر عرب میں چند قبیلے بنائے تو ہم کو بہتر میں رکھا، پھر قریش کے چند خاندان ہوئے تو ہم کو ان میں سے بھی بہترین میں رکھا، تو ہم فضل میں بہتر ہیں شرافت میں بہتر ہیں۔

معلوم ہوا کہ سید عالم فخر بنی آدم علی نبینا وعلیہ السلام نے مجمع صحابہ میں ممبر شریف پر کھڑے ہو کر اپنا نسب بیان فرمایا اور اپنے اوصاف کریمہ کو اس طرح واضح فرمایا کہ اس سے تمام مخلوق پر آپ کی افضلیت وبرتری ثابت ہوئی اور آج بھی محفل میلاد میں یہی کچھ بیان ہوتا ہے۔

(۲)

حوالۂ مذکورہ، ترجمہ: ہم خاتم النبیین ہیں، حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی بشارت ہیں نیز اپنی والدہ کے خوابوں کی تعبیر ہیں جو کہ انہوں نے ہماری ولادت کے قبل دیکھا الخ۔

اس سے معلوم ہوا کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضیلت خود بیان فرمائے، نور احمدی کے کرامات وبرکات کا ذکر کیا اور ولادت شریفہ کا تذکرہ فرمایا۔ مروجہ میلاد پاک میں بھی یہی سب بیان ہوتا ہے۔

(۳)

مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم میں ہے ——

سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن صوم یوم الاثنین فقال فیه ولدت الخ

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسی دن میں پیدا ہوا۔

ثابت ہوا کہ دوشنبہ کا روزہ اسی لئے سنت ہے کہ یہ دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہے۔ اس سے کسی کار خیر کے لئے دن مقرر کرنے کا بھی ثبوت ملا اور یہ بھی کہ جس دن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وغیرہا سے نسبت ہو، وہ دن کار خیر کے لئے افضل وبہتر ہے۔ پس خوشی کی یادگار منانا بھی سنت ہے اور دن وتاریخ مقرر کرنا بھی مسنون جیسا کہ آیۃ کریمہ وذکرهم بایام الله اور اس حدیث سے معلوم ہوا۔

اقوال فقہاء اسلام سے میلاد شریف کا ثبوت

(۱)

مجمع البحار ص۵۵۱ میں ہے کہ شیخ طاہر محمد طاہر نے ربیع الاول کے متعلق ارشاد فرمایا ——

شهر امرنا باظهار السرور وفیه فی کل عام الخ

ربیع النور کا وہ مبارک مہینہ ہے جس میں ہم ہر سال فرحت وسرور منانے کیلئے مامور ہیں

(۲)

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ زیر آیت محمد رسول الله الآیۃ ——

ومن تعظیمه عمل المولد اذا لم یکن فیه منکر قال الامام السیوطی یستحب لنا اظهار الشکر لمولده علیه السلام ط

یعنی محفل میلاد کرنا حضور علیہ السلام کی تعظیم ہے جبکہ وہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ امام سیوطی نے فرمایا کہ ہم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے موقع پر اظہار شکر کرنا مستحب ہے۔

(۳)

مدارج النبوۃ جلد دوم، رضاعت نبویہ کے ذکر میں ابولہب کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:——

دریں جا سند است اهل موالید را که در شب میلاد آن سرور سرور کنند وبذل اموال نمایند یعنی ابولهب که کافر بود چوں بسرور میلاد آں حضرت وبذل شیر جاریه وے بجهت آں حضرت جزا داده شد تا حال مسلمان که مملو است محبت وسرور وبذل مال دروے چه باشد الخ

یعنی اس واقعہ میں مولود والوں کے لئے بڑی دلیل ہے۔ جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں، ابولہب جو کہ کافر تھا جب حضور کی ولادت کی خوشی اور لونڈی کے دودھ پلانے کی وجہ سے انعام دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا، جو محبت وخوشی سے بھرا ہوا ہے اور مال خرچ کرتا ہے۔

سبحان اللہ تعالیٰ، یہ تحقیقی فیصلہ ان کا ہے جنہیں ساری دنیا محقق علی الاطلاق کہتی ہے۔

قرآن عظیم، احادیث کریمہ اور چند علماء اسلام کے مختصر اقوال کی نشاندہی کے بعد ہم مزید دلائل پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں کہ عید میلاد النبی منانے والوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے —— منکرین ومعاندین کے لئے تو دفتر کا دفتر بھی کفایت نہیں کرے گا۔ البتہ شیخ سعودی

عبداللہ ابن باز کا جاہلانہ فتویٰ شریعت کی کسوٹی پر چڑھا کر اس کا دو ٹوک فیصلہ عوام کے سامنے رکھ دینا چاہتے ہیں تاکہ اس کا خلاف شرع ہونا سب کو معلوم ہو جائے۔

عبداللہ بن باز کے فتویٰ کا خلاصہ

" عید میلاد النبی منانا احکام خداوندی کے خلاف ہے یہ نص قرآن بدعت اور یہود و نصاریٰ کی تقلید ہے "

فقہائے اسلام علمائے اعلام کے فتاویٰ کا خلاصہ

قال السخاوی لم یفعلہ احد من القرون الثلثۃ وانما حدث بعد ثم لازال اہل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد ویتصدقون بانواع الصدقات ویعتنون بقرءۃ مولدہ الکریم ویظہر من برکاتہ علیہم کل فضل عظیم، قال ابن الجوزی من خواصہ انہ امان فی ذالک العام وبشریٰ عاجلۃ بنیل البغیۃ والمرام وکذا الحافظ السیوطی ورد علی انکارہا فی قولہ ان عمل المولد بدعۃ مذمومۃ وقد استخرج لہ الحافظ ابن حجر اصلا من السنۃ الخ (تفسیر روح البیان پ ۲۶)

یعنی امام سخاوی نے فرمایا کہ محفل میلاد شریف اموجودہ صورت وہیئت کے ساتھ) قرون ثلثہ کے بعد ایجاد ہوا، مشرق و مغرب شمال و جنوب کے تمام بڑے شہروں میں بسنے والے مسلمان مسلسل محفل میلاد کرتے آ رہے ہیں۔ نیز طرح طرح کے صدقہ وخیرات بھی کرتے ہیں، اور میلاد شریف کے پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ اور اس مجلس پاک کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے۔ امام ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن و امان رہتا ہے اور اس میں مرادوں کے پوری ہونے کی خوشخبری ہے اور حافظ الحدیث امام سیوطی نیز علامہ ابن حجر نے اس کی اصل سنت سے ثابت کی اور ان لوگوں کا رد بلیغ کیا جو اسے بدعت سیئہ کہہ کر منع کرتے ہیں۔

سعودی مذہب کے عظیم رہنما ملا باز اپنے فتوے کی ان دھجیوں کو چن سکتے ہوں تو چن لیں۔ حق و باطل کی راہوں کو مذہب اسلام کی عظیم وجلیل ہستیوں نے واضح طور پر الگ کر دیا ہے اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم حق کو قبول کریں اور باطل کو ٹھکرا دیں وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب ط

خلاصۂ جواب

شیخ ابن باز کا فتویٰ جہالت و تعصب پر مبنی ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی سروکار نہیں، اس کی جہالت کا رد بلیغ علمائے متقدمین فرما چکے ہیں۔ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل مندوبات و احسن معمولات سے ہے جس کا ثبوت علمائے اسلام کے فتاوے سے ملتا ہے اور جس کی تائید قرآن عظیم کی بے شمار آیتوں اور حدیثوں سے ہوتی ہے فقہائے اسلام کے اقوال اس پر شاہد عدل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم ط

عبدالواجد قادری

خادم دارالافتاء

ادارۂ شرعیہ بہار

۸ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

ایک مظلومہ کی فریاد

تاجدار اہلسنت

کی

[illegible]

بارگاہ میں

از مولانا محمد رضا رحمانی مدرسہ رحمانیہ پوکھریرا

نہ تخت وتاج میں نہ لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی اک نگاہ میں ہے

تاریخ کی اوراق گردانی کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ایشیا میں بہت ساری مقتدر ہستیاں ایسی بھی گذری ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کی ہر موڑ پر رضائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نظر رکھا اور حیات پاک کی ساری رعنائیاں قربان کر کے قرب بارگاہ الٰہیہ حاصل کیا اور محتاط زندگی گذار کر مخلوق خدا کی بگڑی بنائی ہے بے شک ان نفوس قدسی کی فقید المثال یادگار تاجدار اہلسنت میزان شریعت و طریقت جانشین اعلیٰ حضرت سیدی و مرشدی حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی زندگی حق پرستی و حق کوشی و اخلاق و کردار سازی کا مہبط عظیم تھی جن پر فتویٰ و تقویٰ نازاں اور کرم و حیا مچلا کرتے تھے جن کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے اور ہر تاریکی کے لئے قندیل اعظم۔ انہیں قاسم نعمت الٰہیہ نے بے مثال خوبیوں سے مالا مال کر رکھا تھا بیشک سچ رقمطراز ہیں علامہ نظامی مدظلہ العالی کہ اگر حضور مفتی اعظم ہند لاکھوں کے مجمع میں بے نقاب ہوں تو اہل جہاں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں، لکھنے پر آ جائیں تو غزالی و رازی کی یاد تازہ ہو جائے، فن حدیث کو اپنا موضوع بنائیں تو بخاری و مسلم کی محفل ستور جائے۔ غرضکہ علم ظاہر کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور علم باطن کا کوہ گراں ہیں۔ کشور علم کے شہنشاہ اور اقلیم ولایت کے تاجدار ہیں۔ آپ کی بارگاہ عالیہ میں سرزمین احمد آباد کی ایک مظلومہ اپنے ننھے ننھے بچوں کی انگلی پکڑے حاضر ہوئی اور اشکوں کی برسات برسانے لگی۔ قدرے سکون کے بعد اس نے کہا حضور! بے قصور شوہر کو پھانسی کی سزا ہو گئی ہے۔ آقائے نعمت کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں اور اپنے معمول کے مطابق تعویذ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا جاؤ پھانسی نہیں ہوگی ؎

نطق کو سو ناز ہے تیرے لب اعجاز پر
محو حیرت ہے ثریا رفعت پرواز پر

وہ دل دکھی عورت فوراً جیل کی جانب دوڑی اور اپنے شوہر کے گلے میں تعویذ ڈال دیا اور اپنے سرتاج کو ان الفاظ سے تسلی دی کہ ایک بریلی کے بہت بڑے بزرگ نے فرمایا ہے کہ جاؤ پھانسی نہیں ہوگی۔ وقت مقررہ پر جلاد آیا اور پھانسی روم میں لے گیا ساتھ میں دیگر حکام کے علاوہ جج بھی تھے گلے میں پھندا ڈال دیا گیا اور جب بٹن دبایا گیا تو بجلی فیل ہو چکی تھی جج نے کہا وقت ختم ہو گیا میں مقدمہ کی سماعت پھر کروں گا موت کے تختے سے اتر کر کٹہرے میں آیا اور اپنی بے قصوری کا اظہار کرتا رہا جج کی چشم تصور نے اسی پیکر کرم آقا کو دیکھا جس نے فرمایا تھا، جاؤ پھانسی نہیں ہوگی اور رہائی کا پروانہ دے دیا ؎

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوا اے امیر کارواں تجھ پر

پروردگار عالم! جب تک افلاک پر خورشید تاباں ماہ درخشاں اور نجوم و کواکب کی انجمن آرائی باقی ہے، اس وقت تک سرکار مفتی اعظم ہند کی راجدھانی پر تیرے رحم و کرم کی ساون برستی رہے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

منقبت

محمد قمر الدین قمر دربھنگوی

تاجدار اہل سنت چل بسے — جانشین اعلیٰ حضرت چل بسے
پیشوائے اہل سنت چل بسے — رہنمائے دین وملت چل بسے
آفتاب علم و حکمت چل بسے — پیکر صدق و صداقت چل بسے
جن کے جینے کی تمنا تھی ہمیں — آہ وہ شیخ طریقت چل بسے
جن کے دم سے فیض کا دریا بہا — مظہر جود و سخاوت چل بسے
نائب غوث الوریٰ تھے ہند کے — پیکر کشف و کرامت چل بسے
زہد و تقویٰ کی نہیں انکی مثال — صاحب چشم بصیرت چل بسے
ان کا سایہ تو سروں پر ہے ابھی — ظاہری نظروں سے حضرت چل بسے

اے قمر ڈھونڈو گے اب انکو کہاں
بسکہ وہ جان ولایت چل بسے

از
یسین اختر مصباحی
المجمع الاسلامی مبارکپور

بریلی شریف تک

مفتی اعظمِ ہند کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے ایک عقیدت مند قافلہ کا سفر۔ اور ایمان افروز مناظر کا آنکھوں دیکھا حال!

بنارس سے بروز پنجشنبہ بتاریخ ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء تقریباً گیارہ بجے الجامعۃ الاشرفیہ میں بذریعہ ٹیلی فون یہ وحشتناک اور روح فرسا خبر موصول ہوئی کہ گذشتہ شب ایک بجکر چالیس منٹ پر حضور مفتی اعظم ہند اس دار فانی سے کوچ کر گئے
انا للہ وانا الیہ راجعون!

وما کان قیسٌ ھلکہٗ ھلکُ واحدٍ — ولکنّہ بنیانُ قومٍ تھدّما۔

یہ خبر صاعقۂ رنج والم بنکر ٹوٹی۔ جامعہ کے در و دیوار اداس ہوگئے اور نیاز مند اساتذہ وطلبہ کی آنکھیں سیل رواں بن گئیں۔ قصبہ مبارکپور میں اس دلگداز حادثہ کی اطلاع ملتے ہی عقیدت مند اشکبار ہوگئے ہر طرف سناٹا چھا گیا اور ساری فضا سوگوار ہوگئی۔

جامعہ میں فوراً قرآن خوانی کا اعلان ہوا اور اساتذہ وطلبہ عزیزی ہال میں جمع ہوگئے۔ قرآن خوانی کے بعد شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی روح مبارکہ کو ٹوٹے ہوئے دل اور بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ ایصال ثواب کیا گیا۔

نائب مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب کی رقت انگیز دعاء سے دلوں کے اضطراب و بے چینی کا ایک عجیب عالم تھا۔ حاضرین پر اس وقت ایسی کیفیت طاری تھی جس کا احساس قلب و روح تو کر سکتے ہیں مگر الفاظ کی دنیا اس کی تعبیر سے قاصر ہے۔

اسی مجلس میں یہ اعلان ہوا کہ تمام طلبہ اپنے سارے کام چھوڑ کر قرآن حکیم کی مسلسل تلاوت کریں۔ سنیچر کے روز جامع مسجد میں بھی قرآن خوانی ہوگی۔ آپ سب لوگ صبح آٹھ بجے تک وہاں پہونچ جائیں۔

یہاں سے اٹھنے کے بعد مولانا سید شمیم گوہر الہ آبادی نے مجھ سے بیان کیا کہ "شنبہ کی صبح کو تقریباً چار بجے جب کہ میں گہری نیند سو رہا تھا یہ خواب نظر آیا کہ حضرت صدر الشریعہ (مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت) علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوا ہے بہت مجمع ہے جس میں علماء و طلبہ اور ہر طرح کے عوام وخواص شریک ہیں۔ نماز جنازہ کے بعد جنازہ قبر میں رکھا گیا اور مٹی دی گئی۔ اور اس کے بعد میں نے اذان دینا شروع کیا۔ خواب ہی میں آواز اتنی بلند ہوئی کہ میری آنکھ کھل گئی اور اس کے بعد میں اٹھ بیٹھا۔ فوراً ہی کمرے سے باہر نکل کر برآمدے میں دیکھا کہ کسی نے میری آواز تو نہیں سنی۔ ادھر ادھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ اسکے بعد میں واپس آکر چارپائی پر بیٹھا۔ کچھ دیر کے بعد مؤذن نے فجر کی اذان دی،،

میں نے کہا — " اس کی تعبیر یہی المناک حادثہ ہے جس سے آج ہم آپ دوچار ہو رہے ہیں۔ یعنی حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ جو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے بعد فقہ وافتاء کے میدان میں بے مثال شخصیت اور جلیل القدر حیثیت کے حامل تھے آج ہم انکے وجودِ مسعود اور ظاہری فیض سے محروم ہوگئے،،

پھر سید صاحب نے اسی روز کی اپنی سرگذشت سنائی کہ " قرآن خوانی کے بعد جب حضرت مفتی صاحب قبلہ ایصال ثواب کے لئے دعاء مانگ رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے تو اچانک مجھے خوشبو محسوس ہوئی جو بالکل کافور جیسی تھی۔ میرا خیال معاً حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی طرف اس طرح گیا کہ میری ساری توجہ انہیں کی طرف مرکوز ہوگئی۔ دو تین منٹ تک یہی کیفیت رہی۔ اسی دوران پھر دوبارہ خوشبو کا ایک جھونکا آیا۔ میرے بدن میں ارتعاش پیدا ہوا اور آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ جس کا اثر اس وقت تک رہا جب تک کہ دعاء ختم نہ ہوگئی،،

چونکہ مصدقہ اطلاع مل چکی تھی کہ تجہیز وتکفین نماز جمعہ کے بعد ہوگی۔ اس لئے رات میں تقریباً ساڑھے سات بجے حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اور حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی کی قیادت میں بیشتر اساتذہ کرام۔ طلبائے اشرفیہ اور قصبہ مبارکپور کے ارادت مندوں کا قافلہ بریلی شریف کیلئے روانہ ہوا۔ اعظم گڑھ بس اسٹیشن پر خیرآباد۔ محمد آباد۔ جین پور۔ گھوسی، ادری وغیرہ قصبہ جات کے سیکڑوں حضرات ملے جنہیں اشرفیہ کی جانب سے اس جانکاہ حادثہ کی خبر دی جا چکی تھی۔

متعدد بسوں کے ذریعہ یہ قافلہ اعظم گڑھ سے شاہ گنج (ضلع جونپور) ریلوے اسٹیشن پہونچا۔ چونکہ بی۔ بی۔ سی۔ لندن، آل انڈیا ریڈیو دہلی۔ لکھنؤ۔ گورکھپور وغیرہ اور پاکستان ریڈیو کے ذریعہ ہر طرف خبر پھیل چکی تھی اس لئے یہاں کافی بھیڑ ہو چکی تھی۔ یہ قافلہ اعظم گڑھ سے سوا دس بجے روانہ ہوکر سوا گیارہ بجے شاہ گنج پہونچا تھا۔ کچھ سوتے کچھ جاگتے گھنٹوں کے جانگسل انتظار کے بعد سیالدہ اکسپریس آیا۔ تو جس کو جہاں بیٹھنے یا کھڑے ہونے کی جگہ ملی ڈبے میں گھس گیا۔ اور کچھ دیر بعد ٹرین نے بانگ رحیل دیکر اگلی منزل کیلئے قدم بڑھا دے۔ لکھنؤ پہونچتے پہونچتے دیوانوں کا ہجوم اتنا بڑھ گیا کہ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی جوں جوں منزل قریب ہوتی جا رہی تھی دلوں کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔
خدا خدا کرکے بریلی کا وہ اسٹیشن آیا جہاں ہزاروں غمزدوں کے چہرے اور انکی پرنور داڑھیاں آنسوؤں سے تر نظر آئیں۔ ہر شخص اپنی جگہ مبہوت۔ دم بخود اور دل گرفتہ تھا اور زبانِ حال سے ایک دوسرے کو اپنی بے کسی اور بے بسی کی داستان سنا رہا تھا۔ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھتے ہوئے اپنی چھاتی پہ یتیمی کا داغ لئے قدم آگے بڑھا رہے تھے۔ اور رہنمائی تھی حضرت مولانا سید مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ کی۔ اور علامہ ارشد القادری صاحب بھی اشکبار آنکھوں کے ساتھ مجھے یہیں نظر آئے۔ جو پٹنہ سے لکھنؤ پہونچکر سیالدہ اکسپریس ہی سے یہاں آئے تھے۔

نوری مسجد (بریلی سٹی اسٹیشن) تک پہونچتے پہونچتے معلوم ہوا کہ جنازہ اسلامیہ کالج کے لئے چل چکا ہے۔ جہاں نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ کچھ دور پہونچے تو دیکھا کہ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے اور گھوڑسوار پولیس نظم وضبط قائم کرنے کی کوشش میں مصروف نظر آئی۔ ہم لوگ بھیڑ بھاڑ کے بیچ میں کسی طرح نو محلہ مسجد (متصل اسلامیہ کالج) پہونچے جہاں وضو کرکے نماز جمعہ پڑھی گئی۔ اور قاضی عبد الرحیم صاحب و مولانا بہاء المصطفےٰ قادری کے حجرے میں سامان رکھکر تیز قدم بڑھاتے ہوئے میدان پہونچے۔ اس وسیع وعریض میدان میں پہونچکر ہم لوگ سکتے میں آگئے کہ جدھر نگاہ اٹھی آدمی ہی آدمی نظر آئے۔ اس تاریخی میدان کا سینہ تنگ ہو گیا تو لوگ چھتوں اور دیواروں پہ چڑھ گئے۔ ہزاروں ہزار کی تعداد میں عورتیں بھی چھتوں پہ نظر آئیں۔

ایک کنارے سے بچتے بچاتے حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب۔ مفتی محمد شریف الحق صاحب۔ علامہ ارشد القادری، علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری۔ مولانا افتخار احمد قادری۔ مولانا نصیر الدین مصباحی۔ سید شمیم گوہر الہ آبادی، راقم سطور کسی طرح اس جگہ کے قریب پہونچنے میں کامیاب ہوئے جہاں جنازہ رکھا ہوا تھا۔ تین بجکر کچھ منٹ پر حضرت مولانا سید مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ کی صدائے تکبیر گونجی تو اس نے

بقیہ صـ پر

فضا کی لرزش چھین لی۔ لیکن مجمع اتنا عظیم تھا کہ پھر بھی مکمل طور پر سکوت قائم نہ ہو سکا۔

نماز ختم ہوتے ہی کاندھا دینے والوں کا انتشار۔ یہ حملہ ہوا کہ رضاکاروں کی جان پر بن آئی۔ "خاکساران حق" کے دستے پوری تندہی اور جاں سپاری کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ لیکن بڑی مشکل سے اس صورت حال پر قابو پایا جا سکا۔ اس طرح کر اسٹیشن دیگن سے یہاں آخری قیام گاہ کیلئے جنازہ رخصت ہوا۔ عقیدت مندوں کی فداکاری و جاں نثاری قابل دید تھی۔ جذب و کشش کا ایک ایمان افروز منظر تھا۔ راستے بھر چھتوں سے پھولوں کی بارش کی گئی۔ ہر طبقہ فکر اور ہر مذہب و ملت کے لوگ خراج عقیدت پیش کر رہے تھے۔ شوق و وارفتگی کا ایک عجیب دلکش اور دلنواز سماں تھا۔ ذوق فدائیت اپنے پورے شباب پر تھا۔ اور نیاز مند و عقیدت کیش اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کیلئے مضطرب اور بے چین تھے۔ دلوں کے جذبات کا تلاطم ناقابل بیان ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنے محسن و مربی اور مرشد برحق کے قدموں پہ قربان ہوا جا رہا تھا۔

اس عظیم الشان ہجوم کے بارے میں عام طور پر بریلی کے باشندوں کی زبان پر یہ تبصرہ تھا کہ "اس سے پہلے کبھی چشم فلک نے اس سرزمین پہ ایسا مجمع نہ دیکھا ہوگا"۔ ایک تعلیم یافتہ سن رسیدہ بزرگ سے میں نے خود سنا وہ فرما رہے تھے کہ "میں نے یہاں بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت کی ہے۔ مذہبی و سیاسی اجتماعات دیکھے ہیں۔ جن سے وقت کے اکابر علماء و فضلاء اور رہنمایان قوم نے خطاب کیا ہے۔ ابو الکلام آزاد۔ محمد علی جناح اور مسٹر گاندھی کی آمد اور انکی تقریروں کے وقت کا اژدہام دیکھا ہے لیکن ایسا تاریخی مجمع میری زندگی میں کبھی میری نظر سے نہیں گذرا"۔ ایک ہندو لیڈر کو دوسرے ہندو لیڈر سے گفتگو کرتے ہوئے سنا وہ بھی کمال کی پبلک تھی"، عام ہندوؤں کا تبصرہ تھا کہ "ہم لوگ جانتے تو تھے کہ بڑے مولوی صاحب مسلمانوں کے بڑے پیشوا اور دھارمک گرو ہیں لیکن اب یہ معلوم ہوا کہ یہ تو آل ورلڈ لیول کے آدمی ہیں۔ جدھر دیکھو دیش بدیش کے آدمی ہی آدمی"۔

اژدہام کی وجہ سے جنازہ کا مستقل ساتھ دینے کی ہمت نہ پڑ سکی تھی۔ اس لئے بہت سے لوگ ادھر ادھر منتشر ہو کر دوسری سڑکوں سے جانے لگے۔ ہم لوگ کئی آدمی لوز محلہ مسجد ہی میں رک گئے۔ اور یہ طے ہوا کہ بھیڑ چھٹنے کے بعد پہونچکر مٹی دی جائے گی۔

یہاں قاری امانت رسول صاحب پیلی بھیتی نے بتلایا کہ "ہم لوگوں نے غسل کے وقت دیکھا کہ زانو کے قریب تھوڑا سا کپڑا کھسکا ہی تھا کہ حضرت نے فوراً اپنی انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے پکڑ لیا اور اس وقت تک پکڑے رہے جب تک کپڑا انگلیوں سے کھینچ نہ لیا گیا۔ حضرت کی یہ کھلی ہوئی کرامت موجود لوگوں نے خود دیکھا اور دوسروں کو دکھایا بھی"۔ بعد میں حضرت مولینا اختر رضا خاں ازہری و دیگر حضرات کی زبانی بھی یہ واقعہ سنا جسے ان لوگوں نے خود اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

نیز یہ بھی بتلایا کہ "حضرت کی پیشانی مبارک نم تھی اور اس پر پسینے کے قطرات چمک رہے تھے"، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی ولایت و بزرگی اور بارگاہ الٰہی میں مقبولیت کی کھلی دلیل تھی جس کا حاضرین نے چشم سر سے مشاہدہ کیا۔ بیشتر موجود اشخاص نے اطمینان کے ساتھ یہ دونوں کرامتیں دیکھیں اور ان کا ہر طرف اسی روز چرچا بھی ہوا۔

مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب قادری اعظمی نے بیان فرمایا کہ ادھر ایک ہفتہ سے حضرت کا یہ معمول بن گیا تھا کہ حضرت گیارہ بجے کے بعد رات میں لوگوں سے چلے جانے کو کہتے اور اپنے کمرے میں صرف تنہا رہتے۔ دروازہ کے پاس کچھ لوگ احتیاطاً رہتے۔ اندر سے اس طرح کی آوازیں آتیں کہ "جاؤ تمہیں مرید کیا"، "جاؤ تمہارا کام ہو گیا"۔ مرید کرتے وقت جو دعائیں ہوتی ہیں اور جو وظائف پڑھے جاتے ہیں وہ سب سننے میں آتے۔

علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے اسی درمیان کی ایک مجلس میں فرمایا کہ بمبئی میں حضرت کے وصال کی خبر ملتے ہی لوگ مضطرب ہو گئے اور جلد از جلد بریلی شریف پہونچنے کی تدبیریں کرنے لگے۔ صرف اس ہوائی جہاز میں جس سے میں بمبئی سے دلی آیا۔ چالیس آدمی بریلی شریف آنیوالے تھے۔ اور اس کے بعد تو پھر سیٹوں کا ملنا مشکل ہو گیا۔ انتظار اور کافی تگ و دو کے بعد کتنوں کو ٹکٹ نہ مل سکا اور انہیں محروم ہی رہ جانا پڑا۔

یہاں سے اٹھنے کے بعد جس کو جیسے اور جب موقعہ ملا خانقاہ عالیہ رضویہ کی طرف چل پڑا۔ ہم لوگ چند آدمی آٹھ بجے وہاں پہونچے۔ اور مٹی دیکر فاتحہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی گئی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے پہلوئے مبارک میں آپ کی قبر شریف تھی۔ مٹی بار بار کے استعمال سے نہایت نرم و گداز اور ملائم ہو چکی تھی اور گویا مٹی پر مٹی دی جا رہی تھی۔ کئی لوگوں کو دیکھا کہ گلاب کے پھولوں کی پنکھڑیاں اور قبر مبارک کی تھوڑی سی خاک تبرکاً اپنے ساتھ لیکر نکلتے۔ بمبئی کے ایک مخلص اور قدیم مرید کو اپنے دوست سے (وہاں سے نکلنے کے بعد) یہ بات کرتے سنا کہ "حضرت کے قبر اطہر کی تھوڑی سی مٹی میں نے رکھ لی ہے۔ گھر والوں کو وصیت کر جاؤں گا کہ مرنے کے بعد دفن کرنے سے پہلے اسے میرے چہرے اور جسم پر چھڑک دیں"۔

دوسرے روز شنبہ کو بھی آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا کیونکہ پہلے اطلاع لوگوں کو یہی ملی تھی کہ شنبہ کو تجہیز و تکفین ہے۔ خصوصی کاروں، بسوں، اور ٹرینوں سے لوگ چلے آ رہے تھے مگر یہاں پہونچکر یا راستے میں ہی تجہیز و تکفین ہو جانے کی خبر سے انکے دل پژمردہ ہو گئے تھے۔ اور حسرت و حرماں نصیبی کی کیفیتیں انکے چہروں سے صاف عیاں تھیں۔ آنے والے عقیدت مند و فور رنج و الم سے بیتاب تھے اور ہجراں نصیب دل اپنے مرشد و مربی اور شیخ طریقت کی بارگاہ میں پہونچکر اپنے آنسوؤں کی نذر اور عقیدت کی سوغات پیش کر رہے تھے۔

اللہ اللہ! خانقاہ عالیہ رضویہ کی یہ وہ مقدس سرزمین ہے جہاں امام اہلسنت مقتدائے دین و ملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی انکے فرزند جلیل حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قادری اور برادر زادۂ اعلیٰ حضرت مولینا حسنین رضا خاں بریلوی وغیرہم جیسی عظیم ہستیاں اور اب حضور مفتی اعظم ہند بھی آسودۂ خاک ہیں کہ اس سرزمین کو دیکھکر آسمان بھی رشک کرے۔ یہاں پہونچکر تو روح کو غذا اور قلب کو طمانینت کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ اور نہ جانے کتنے انسان دین و ایمان جیسی لازوال نعمت سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ سچ ہے کہ اپنی قدر و قیمت، جمال و رعنائی اور طلعت و زیبائی میں ایک مرد مومن اور عاشق رسول کی نگاہ میں بقعۂ ارض بہشت بریں کا ایک ٹکڑا اور عظمت و رفعت میں ہمسر اوج ثریا ہے ؎

چپے چپے میں ہے یاں گوہر یکتا تہہ خاک — دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانہ ہرگز

یکشنبہ کو حضرت سید مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ اور حضرت مولینا سید ظہیر احمد زیدی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی صدارت میں تعزیتی اجلاس ہوا۔ جس میں حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی۔ حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری۔ حضرت مولینا اختر رضا خاں ازہری۔ حضرت مولینا ریحان رضا خاں بریلوی وغیرہم اکابر علماء اہلسنت نے حضور مفتی اعظم ہند کی حیات و خدمات پر رقت انگیز تقریریں فرمائیں۔

حضرت مولانا نار رحمانی میاں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ "انتقال کی شب میں جب لوگ حضرت کی خدمت میں مصروف تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ کیا یہاں کوئی سید صاحب موجود ہیں؟" لوگوں نے کہا جی حضور! (سید محمد حسین صاحب افریقی) موجود ہیں۔ یہ سنتے ہی ضعف و نقاہت کے باوجود اٹھنے کے لئے بے چین ہو گئے اس وقت آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ کمزوری اتنی تھی کہ اٹھا نہیں جا رہا تھا۔ لوگوں نے حضرت کو پکڑ لیا اور درخواست کی کہ حضور کمزوری بہت زیادہ ہے آپ اس وقت نہ اٹھیں حضرت نے سید صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ "آپ خدمت کر کے مجھے گنہگار نہ بنائیں آپ میرے لئے دعا خیر فرمائیں اور بس"۔

اسی اجلاس میں حضرت کے خادم خاص مولانا عبد الحمید (مڑغاسکر افریقہ) نے گلوگیر آواز میں بیان کیا کہ "انتقال کی شب کا یہ واقعہ ہے کہ ڈاکٹروں کی اجازت کے باوجود حضرت کچھ کھانا تناول نہیں فرما رہے تھے۔ لوگ درخواست اور اصرار کرتے رہے لیکن آپ کسی طرح آمادہ نہ ہوئے۔ آخر میں میں نے کہا کہ حضور تھوڑا سا کھا لیں۔ اس سے نماز کی طاقت آجائے گی۔ حضرت نے کہا کہ ٹھیک ہے نماز کی طاقت آجائے گی تو میں کھا لوں گا"۔

اس اجلاس میں شرکت کے بعد شام کو مبارک پور کے لئے واپسی ہوئی۔ آنے والے کئی حضرات مختلف جگہوں کے لئے پہلے روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اعظمی و دیگر مختلف علماء و طلبہ کے ساتھ دوشنبہ کو لکھنؤ پہونچنے اور یہاں سے بذریعۂ بس اعظم گڑھ اور مبارک پور سبھی لوگ پہونچ آئے۔ میں چند گھنٹوں کے لئے لکھنؤ رک گیا اور ایک ضرورت سے فرنگی محل پہونچا۔ جناب مولانا مفتی محمد حبیب الحلیم صاحب فرنگی محل سے ملاقات ہوئی۔ یہاں سے پھر قیصر باغ گیا اور قومی آواز (روزنامہ) کے ایڈیٹر جناب عشرت علی صدیقی صاحب سے ملاقات کی اور انہیں توجہ دلائی کہ آپ خبریں اور تعزیت نامے نمایاں انداز سے شائع کریں اور عرس چہلم کے موقع پر بھی اس کا خصوصی خیال رکھیں۔ موصوف سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ یہاں سے سہ شنبہ کی صبح کو مبارک پور پہونچا اور پھر اپنی تدریسی خدمات میں مصروف ہو گیا۔

اب میں سوچتا ہوں کہ کیا بلا کی کشش تھی مرشد برحق حضور مفتی اعظم ہند کے اندر کہ دینی، علمی، ادبی، سیاسی، سماجی، ہر طرح کی بے شمار شخصیتیں بریلی شریف کی طرف پروانہ وار دوڑ پڑیں۔ اسکول اور کالج بند ہو گئے۔ ہر طرح کی انجمنوں، تنظیموں اور اداروں نے تعزیتی جلسے کئے اور اپنے اپنے رنج و غم کا اظہار کیا۔ ہند و پاک، بنگلہ دیش اور نیپال کے علاوہ ایشیا کے مختلف ممالک اور افریقہ و یورپ تک لاکھوں کروڑوں مسلمانوں میں ایک ہیجان برپا ہو گیا۔

(بقیہ ص۱۴۴ پر)

تقریباً ۱۹۲۵ء کا زمانہ تھا حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری قدس سرہٗ اسلامیہ ہائی اسکول بٹالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کرکے لاہور میں انٹرمیڈیٹ کے طالبعلم تھے انہیں ایام میں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کا شاندار تاریخی اجلاس منعقد ہوا جسمیں غیر منقسم ہندوستان کے اکابر علماء و مشائخ کا ایک کارواں شریک ہوا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان قادری علیہ الرحمہ بھی تشریف لائے تھے ہزار ہا ہزار کے عظیم اجتماع میں حضرت حجۃ الاسلام کی پرکشش اور پرجلال علمی ذات سے محدث اعظم پاکستان اتنا متاثر ہوئے کہ اجلاس ختم ہونے کے بعد حجۃ الاسلام سے ملے اور انگریزی تعلیم چھوڑ کر علم دین کی تحصیل کے لئے بریلی جانے کی درخواست کی حضرت حجۃ الاسلام نے آپ کی ارجمند پیشانی پر آثار سعادت دیکھ کر اپنے ساتھ بریلی شریف لائے[۱] اور اپنی سرپرستی میں خصوصی عنایات کے ساتھ تعلیم و تربیت کا اہتمام اور اپنے ہی دولت کدے پر قیام و طعام کا انتظام فرمایا۔ اور کچھ کتابیں خود پڑھائیں۔

حضرت محدث اعظم پاکستان حصول علم کے جذبہ کے تحت بریلی شریف آئے تھے چنانچہ بڑی ہی محنت اور انہماک کے ساتھ علم حاصل کیا۔ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ اور مولانا محمد حسین صاحب کے یہاں کتابیں تھیں حضرت مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں کہ۔

"میں جب ان کو دیکھتا، پڑھتے دیکھتا، مدرسے میں قیام گاہ پر احتی کہ مسجد میں آتے تو بھی کتاب ہاتھ میں ہوتی اور اگر جماعت میں تاخیر ہوتی تو ...... بجائے دیگر اذکار و اوراد کے مطالعے میں مصروف ہو جاتے ...... ان کے اس والہانہ ذوق تحصیل سے میں بہت متاثر ہوا ...... میں نے انہیں منیہ، قدوری، شرح جامی تک پڑھایا۔"[۲]

تقریباً تین سال تک منظر اسلام بریلی میں پڑھنے کے بعد حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم ہند کی اجازت سے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ اجمیر شریف لے گئے اور صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت کے زیر سایہ خوب خوب اپنی علمی پیاس بجھائی وہاں صدر الشریعہ سے علوم متداولہ کے علاوہ شرح اشارات، شرح محاکمات، حواشی قدیمہ و جدیدہ کی بھی تعلیم حاصل کی ——

یہاں آپ کے خصوصی رفقائے درس میں یہ علمائے کرام مشہور و معروف ہیں۔ حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری بانی جامعہ حبیبیہ الہ آباد، صدر العلماء مولانا غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ والرضوان اور مفتی اعظم کانپور مولانا رفاقت حسین امین شریعت ادارہ شرعیہ بہار۔

ناساعد حالات کی بنا پر اجمیر شریف سے حضرت صدر الشریعہ کے ساتھ ۱۳۵۱ھ میں پھر دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں داخل ہوئے اور حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ حضرت حجۃ الاسلام نے آپ کے ذمہ کچھ تدریسی خدمات بھی سپرد فرما دیں یہیں آپ کو اور جملہ رفقائے درس کو سند فراغت و دستار فضیلت دی گئی۔ اور پھر آپ باضابطہ منظر اسلام میں مدرس ہو گئے۔ حضرت مفتی اعظم ہند سے فتوی نویسی بھی سیکھتے رہتے، اور بہت جلد ہی حضرت کی خصوصی توجہ سے رضوی دارالافتاء کے ممتاز مفتی بھی ہو گئے۔

۲۰ محرم ۱۳۵۴ھ / ۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء میں بریلی شریف میں منظور نعمانی سے حفظ الایمان کی عبارت پر چار روزہ شاندار اور کامیاب مناظرہ کیا اور فتحیاب ہوئے[۳]

حضرت صدر الشریعہ کے دادوں علی گڑھ چلے جانے پر محدث اعظم پاکستان عہدہ صدارت التدریس پر فائز کر دیئے گئے، پانچ سال تک دارالعلوم منظر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۵۶ھ میں مسجد بی بی جی بریلی میں دارالعلوم مظہر اسلام قائم فرمایا[۴]۔ محدث اعظم پاکستان کے خلوص و للّٰہیت، استقلال علمی جلالت اور خانوادہ رضویہ سے گہرے روابط نیز حضرت صدر الشریعہ کے اصرار کی بنا پر مفتی اعظم ہند نے دارالعلوم مظہر اسلام کی علمی و مالی سرپرستی فرمائی اور حضرت محدث اعظم پاکستان کو بریلی سے جانے نہ دیا، انتہائی بے سروسامانی کے باوجود دارالعلوم مظہر اسلام میں صرف دورہ حدیث میں ہر سال ہندو بیرون ہند کے سو سو طلبہ ہوتے تھے، ۱۳۶۲ھ میں حضرت حجۃ الاسلام کا انتقال ہوا تو آپ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۱۹۴۵ء میں محدث اعظم پاکستان نے مفتی اعظم ہند کے ہمراہ پہلا بلا تصویر حج ادا فرمایا، تقریباً گیارہ سال مظہر اسلام بریلی میں صدر المدرسین اور شیخ الحدیث رہے مفتی اعظم ہند اور خانوادہ رضویہ سے دیرینہ تعلقات اور محدث اعظم پاکستان پر ان کی بے انتہا نوازشات کو دیکھ کر بعض حضرات آپ کو خانوادہ رضویہ کا ایک فرد سمجھتے تھے، ۸ / ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۷ء میں شعبان کی چھٹیوں میں آپ گھر پر تھے کہ تقسیم ہند کا واقعہ پیش آیا اور بادل ناخواستہ پاکستان منتقل ہو گئے، اور تصویر کی پابندی کی وجہ سے پھر کبھی ہندوستان نہ آسکے، حضرت مفتی اعظم ہند کی تجویز پر فیصل آباد (جس کا قدیم نام لائلپور ہے۔) میں علم و عرفان کا فیض جاری کیا اور وہیں پر ۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کی یاد میں اسی نام سے ایک دارالعلوم قائم فرمایا کچھ ہی دنوں کے بعد دارالعلوم مظہر اسلام فیصل آباد پاکستان کا مرکزی ادارہ بن گیا، حتیٰ کہ ہندوستان سے بھی طلبہ آپ کی خدمت میں درس حدیث لینے پہونچنے لگے، پاکستان کو اپنے علمی و روحانی فیضان سے مالا مال کر دیا، پاکستان میں عروج سنیت بہت حد تک آپ ہی کی رہین منت ہے ہندو پاک۔ اور دوسرے ممالک میں آپ کے کثیر جید تلامذہ ہیں جو اپنے وقت کے متبحر علماء سمجھے جاتے ہیں۔

یہاں یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کے تلامذہ میں محدث اعظم پاکستان اور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا تدریسی فیضان سب سے زیادہ ہے۔ اور ہندو پاک کی تقریباً ساری معیاری اسلامی درسگاہوں میں انہیں دو حضرات کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ مسند تدریس پر متمکن و جلوہ افروز نظر آتے ہیں۔ اور ان کی دینی و علمی خدمات سب پر بھاری ہیں۔

۱۹۵۴ء میں پاکستان سے بلا تصویر دوسرے حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔

یکم شعبان ۱۳۸۲ھ / ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء میں شب ایک بجکر ۴۰ منٹ پر کراچی میں وصال فرمایا[۵]، یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مفتی اعظم ہند کا بھی شب میں ایک بجکر ۴۰ ہی منٹ پر وصال ہوا۔

آپ کے شاگرد علامہ عبد المصطفیٰ ازہری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے وصال سے پاک و ہند میں صف ماتم بچھ گئی۔ جگہ جگہ تعزیتی جلسے منعقد ہوئے اور اخبارات نے مضامین شائع کئے،

حضرت مفتی اعظم ہند کو بھی بے حد صدمہ ہوا وصال کی خبر سن کر اشکبار ہو گئے اور مسجد بی بی جی میں ایک تعزیتی جلسے میں محدث اعظم پاکستان کے تبحر علمی، زہد و تقوی، خلوص و للّٰہیت اور خانوادہ رضویہ کے ساتھ اٹوٹ روابط پر بڑے دردناک انداز میں دیر تک تقریر فرمائی۔

محدث اعظم پاکستان مفتی اعظم ہند کی نظر میں

مفتی اعظم ہند کے معتمد علمی نائب مفتی اعظم ہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور بیان فرماتے ہیں کہ سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں علم و فضل کے قطب اوحد (حضرت صدر الشریعہ) کے ہاتھوں انہیں (حضرت محدث اعظم پاکستان) کیا ملا؟ اس کے بارے میں حضرت مفتی اعظم ہند نے فرمایا۔

"پھر تو بحر العلوم کے پاس گئے اور خود بھی بحر العلوم ہو گئے"[۶]

منظور نعمانی کے ساتھ مناظرہ بریلی۔ (۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء) میں جب آپ کو شاندار فتح ملی تو حضرت مفتی اعظم ہند علی گڑھ تھے کامیابی کی خبر سن کر دوبار مبارکبادی کا تار بھیجا اور بریلی پہونچ کر جلسۂ مبارکبادی منعقد کرایا[۷]۔

مفتی مجیب الاسلام صاحب نسیم اعظمی کا بیان ہے کہ حضرت مرحوم (محدث اعظم پاکستان) کی گذارش پر مفتی اعظم ہند نے عربی میں ایک جامع اجازت نامہ ان کے لئے تحریر فرمایا جس میں ان کے نام کے شروع میں ولدی الاعز لکھا تھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مفتی اعظم ہند کو آپ سے کتنی محبت تھی، وصال کے بعد اپنی محبت کا اظہار اس طرح فرمایا کہ۔

"اگرچہ مولانا سردار احمد صاحب کو میں نے پڑھایا مگر آج وہ اس قابل تھے کہ مجھے پڑھاتے"[۸]

تصانیف — محدث اعظم پاکستان کو تدریسی مصروفیات نے تصنیف و تالیف کا موقع نہیں دیا، مگر آپ نے ایسے بہت سے

---

[۱] تذکرہ علمائے اہل سنت مولانا محمود احمد قادری ص ۹۹، [۲] ماہنامہ نوری کرن بریلی اشاعت خاص مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء ص ۲۵، ۳۶، [۳] روایت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ و حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ [۴] رسالہ مذکورہ ص ۵ و ص ۱۱ و ۲۵، [۵] رسالہ مذکورہ ص ۷۶، [۶] رسالہ مذکورہ ص ۳۶،

مصنف تلامذہ پیدا کر دیئے ہیں جنہوں نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے اور دے رہے ہیں جو بلا واسطہ نہ سہی بالواسطہ آپ ہی کا کارنامہ ہے تاہم آپ نے چند یادگار تصانیف چھوڑی ہیں وہ یہ ہیں[۱] اسلامی قانون وراثت۔[۲] تبصرۂ مذہبی مرزا مرد ہے یا عورت؟[۳] موت کا پیغام دیوبندی مولوی کے نام۔[۴]

بیعت و خلافت حضرت شاہ محمد سراج الحق کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت پائی[۵]۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری نے بھی خلافت سے سرفراز کیا۔[۶]

حضرت مفتی اعظم ہند کو محدث اعظم پاکستان سے کس درجہ محبت تھی مذکورہ بالا باتوں سے بخوبی ہو گیا، محدث اعظم پاکستان کے وصال پر ملال پر مفتی اعظم ہند نے جو نثر و نظم کی شکل میں اپنے تاثرات ظاہر فرمائے ہیں۔ وہ قابل مطالعہ ہیں، ان تاثرات سے جہاں محدث اعظم پاکستان سے مفتی اعظم ہند کی محبت کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ تاثرات اپنی ادبی خوبیوں کی بنا پر اردو ادب کا شاہکار بھی ہیں۔ فرماتے ہیں

وہ میرا چاند تھا، جو بڑھتا ہی رہا کبھی نہ گھٹا۔ جو اپنی گفتار، اپنی رفتار، اپنے کردار سے فتنوں فسادوں، کفر و گمراہی کی ہر گھٹا کو دفع کرتا ہی رہا۔ کبھی گھٹاؤں میں نہ چھپا، کتنی ہی دھولیں اڑیں کتنا ہی گھٹا ٹوپ چھایا وہ چمکتا جگمگاتا ہی رہا۔

وہ میرا چاند تھا، جو اوج پر چڑھتا ہی گیا کبھی نہ اترا وہ اوج پر پہنچا جہاں تک اس کے رب جل جلالہ و عم نوالہ نے اسے بلند فرمایا۔

وہ میرے دین کا چاند تھا۔ دین کا چاند بڑھتا ہی رہتا ہے۔ آسمان دنیا کے چاند کی طرح بار بار گھٹتا اور اترتا اور اتر کر غائب نہیں ہوتا۔

وہ میرا چاند تھا۔ جو بہت قلیل عرصہ میں حیرت انگیز ترقی منازل کرتا کرتا منزل غفر کو پہونچا غفر المولیٰ تعالیٰ لہ ولوالدیہ ولجمیع اساتذتہ آمین

وہ میرا چاند تھا۔ صدر الشریعہ کا چاند اعلیحضرت قدس سرہٗ کے ملک کا چاند، علم قرآن و حدیث و فقہ وغیرہ کا چاند، اس محبوب سبحانی غوث صمدانی کا چاند تھا جس نے فرمایا تھا آسمان دنیا کے چاند کیلئے ؎

اب ایسے ہزار چاند آئیں
گم ہم میں ہوں اور پتہ نہ پائیں

وہ میرا چاند تھا۔ جس نے قلیل عرصہ میں ہندوستان و پاکستان کے گوشے گوشے میں اپنا نور پھیلایا۔

وہ میرا چاند تھا، جس کا چاند نا آسمان دنیا کے چاند کی چاندنی کی طرح محض سطحی نہ تھا بلکہ دلوں کی گہرائیوں میں پہونچا۔

وہ میرا چاند تھا، جس نے ملک میں بہت سے چاند روشن کئے۔

وہ میرا چاند تھا۔ جس نے ہندوستان و پاکستان میں بنام مظہر اسلام دو مدرسے قائم کئے جس سے دینی چاند تا قیام قیامت انشاء اللہ تعالیٰ پیدا ہوتے اور جگمگاتے رہیں گے۔

وہ میرا چاند تھا۔ جس کی چاندنی رہتی دنیا تک دنیا میں دائم قائم رہے گی۔ انشاء اللہ تبارک و تعالےٰ۔ میری دعاء ہے کہ مولائے کریم جل جلالہ و عم نوالہٗ اس کی قبر کو اپنے چاند علیہ السلام کے نور سے معمور فرمائے اس پر اپنی رحمت کے پھول برسائے۔ اسے ریاض جنت کی طرح کرے۔ اسی کی اولاد کو دارین کی برکتوں سے نوازے خصوصاً دلدل عزیز مولوی فضل رسول سلمہٗ کو اس کا صحیح جانشین بنائے بفضل اللہ تعالیٰ ثم بفضل الرسول اس کے اس چاند کو اس سے بھی زیادہ جگمگائے اس سے زیادہ با فیض فرمائے۔ آمین ع
این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد (۷)

شعری تاثرات

کیا کہوں میں ہائے کیا جاتا رہا ۔۔۔ آہ دل کا حوصلہ جاتا رہا
سنیوں کا دل نہ بیٹھے کس طرح ۔۔۔ زور ان کے قلب کا جاتا رہا
موت عالم کی جہاں کی موت ہے ۔۔۔ زندگانی کا مزا جاتا رہا
وہ محقق وہ محدث وہ فقیہہ ۔۔۔ عالم علم ھدیٰ جاتا رہا
پاک باطن، پاک طینت، پاکباز ۔۔۔ وہ جمال اصفیا جاتا رہا
خوش خصال و خوش فعال و خوش ادا ۔۔۔ خوشنما و خوش لقا جاتا رہا
مولوی سردار احمد اٹھ گئے ۔۔۔ لطف سارا درس کا جاتا رہا
دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو ۔۔۔ چاند روشن علم کا جاتا رہا
۱۳۸۲ھ

حضرت مفتی اعظم نے پچیس[۲۵] معنی خیز طریقوں سے محدث اعظم پاکستان کی تاریخ وصال نکالی انہیں میں یہ بھی ہیں۔ فیضان تام ۱۳۸۲ھ — فیضان اتم ۱۳۸۲ھ — ذکی و محدث باکمال ۱۳۸۲ھ

قطعۂ تاریخ "رفاقت" پٹنہ

از:۔ ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برق داناپوری

خوشا ادارۂ شرعیہ جس نے ملت کو
پیام آشتی و امن کا نقیب دیا

معاشرت کو جو صحت سے ہمکنار کرے
علاج فکر و نظر کے لئے طبیب دیا

ہو سرمۂ نظر ارباب علم و دانش کو
ورق ورق پہ وہ عکس رخ حبیب دیا

کمال جرأت و حق گوئی جس کا شیوہ ہے
تشفیٔ دل سائل کو وہ مجیب دیا

ہے مستحق و سزاوار صد مبارک باد
وطن کو جس نے "رفاقت" زہے نصیب دیا

شعور و علم و بصیرت کا پیکر ارشد
وہ جس کی سعی نے یہ تحفہ دلفریب دیا

کہی یہ برقؔ نے تاریخ جشن اجراء کی
"بجلوۂ رخ یار" "ارمغان عجیب دیا"
۱۳۹۲ + ۱۰ = ۱۴۰۲ھ

منقبت

در شان حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

از:۔ پیر طریقت مولینا الشاہ محمد حمید الرحمٰن صاحب پوکھریروی

پیشوائے اہلسنت مصطفےٰ خاں قادری
یادگار اعلیٰ حضرت مصطفےٰ خاں قادری

صورت احمد رضا اور سیرت نوری میاں
سرپرست اہلسنت مصطفےٰ خاں قادری

آج ہے ہندوستاں کا ذرہ ذرہ سوگوار
اے امیر قوم ملت مصطفےٰ خاں قادری

ڈھونڈتی ہے مفتی اعظم کو میری آنکھ اب
جا بسے جب سوئے جنت مصطفےٰ خاں قادری

اے حمید قادری کر صبر کچھ چارہ نہیں
بن گئے حق کی مشیت مصطفےٰ خاں قادری

---

[۱] رسالہ مذکورہ ص ۵۹ [۲] رسالہ مذکورہ ص ۱۳ [۳] تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان مولانا عبد الحکیم شرف قادری [۴] نائب اعلیحضرت مولینا محمد افضل کوٹلوی ص ۶۹،۷۰ بحوالہ تذکرہ اکابر اہلسنت مولانا عبد الحکیم شرف قادری [۵] تذکرہ اکابر اہلسنت مولانا عبد الحکیم شرف قادری ص ۱۵۰ [۶] رسالہ مذکورہ ص ۵۷ [۷] رسالہ مذکورہ ص ۵

حضور مفتی اعظم کی نماز جنازہ کے رقت انگیز مناظر

عبدالمجید خان الرضوی
مصطفیٰ بازار بمبئی

۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے دن میں جبکہ الجامعۃ الاشرفیہ کے طلبہ اپنے ہاسٹل میں جا چکے تھے۔ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کے وصال کی خبر ملی یہ خبر بجلی کی طرح سارے طلبہ میں پھیل گئی ہر ایک حیرت و تعجب سے ایک دوسرے سے سوال کرتا اور رنج و غم میں مبتلا ہوتا۔ ابھی یہ خبر ملے کچھ ہی دیر ہوئی تھی ہر ایک کی آنکھیں پرنم اور چہرے پژمردہ نظر آنے لگے۔

ابھی چند ہی دن گذرے تھے جامعہ کی عزیزی ہال میں نائب مفتی اعظم ہند نے حضور شمس العلماء کے تعزیتی جلسہ میں بادیدۂ نم اور گلو گیر آواز میں تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ .. ایسے پرفتن دور میں جبکہ امیران ملت اور علمائے اسلامیہ کی اشد ضرورت ہے وہ ایک ایک کرکے اٹھتے جا رہے ہیں۔ الٰہی یہ کیسے ساعات کی رفتار ہے کہ ایک کا غم دور نہیں ہو پایا کہ دوسرا غم پھر سینہ کو چھلنی کرنے لگتا ہے۔ ابھی چند ہی دن گذرے ہیں اسی عزیزی ہال میں حضور محدث ملت کی جدائی پر آنسو بہایا تھا۔ حضرت مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کی رحلت پر آنسو جاری ہی تھے کہ آج شمس العلماء کے غم میں آنسو بہا رہے ہیں۔ کل نہ جانے کس کی مفارقت میں آنسوؤں سے دامن تر کریں گے۔

فوراً طلبہ کو عزیزی ہال میں جمع کیا گیا ظہر کے وقت تک قرآن خوانی ہوتی رہی بعدہٗ ایصال ثواب کے دوران حاضرین مجلس کے اندر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ بہت دیر تک عزیزی ہال ماتم کدہ بنا رہا۔ تیسرے روز مبارکپور کی جامع مسجد راجہ مبارکپور شاہ میں اعلیٰ پیمانے پر تعزیتی جلسہ کے پروگرام کا اعلان کیا گیا۔

۱۲ر نومبر کو بعد نماز مغرب اساتذہ و طلبہ اور اہل مبارکپور کا ایک جم غفیر عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ کی قیادت میں بریلی شریف کے لئے روانہ ہوا۔ اعظم گڈھ سے کچھ حضرات سیالدہ ایکسپریس پکڑنے شاہ گنج پہونچے۔ اور کچھ حضرات بذریعہ بس لکھنؤ اور پھر بریلی شریف تک کے لئے دوران سفر مسلسل ایک دلگداز اور رقت انگیز کیفیت طاری رہی دل و دماغ مختل، حواس پراگندہ، آنکھیں اشکبار، طبیعت غمگین، لوگوں کی بے قراری و آہ وزاری جانکاہ و دل خراش یادوں کے ساتھ تقریباً ایک بجے دن میں ہم لوگ بریلی شریف پہونچے۔

بریلی شریف پہونچنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ صرف انسان یا ایک جماعت کے لوگ نہیں سوگوار ہیں بلکہ ایک زمانہ غم و اندوہ میں مبتلا ہے۔ آسمان پر غم و اندوہ کے بادل چھائے ہیں۔ در و دیوار سے غم و حسرت کے آثار نمایاں ہیں۔ ہر سمت اداسی ہی اداسی دکھائی دے رہی ہے۔

بس سے اتر کر رکشہ پر سوار ہوئے سوچا گیا کہ چل کر نماز جمعہ بی بی جی کی مسجد میں (جس میں حضور مفتی اعظم ہند پنجوقتہ نماز با جماعت ادا فرماتے تھے) ادا کریں مگر آج جانثاران مفتی اعظم ہند سے بریلی شہر بھر گیا ہے۔ ٹرافک بند ہے آگے جانے کے لئے سواری کا کوئی راستہ نہیں۔ لب سڑک ایک مسجد نظر آئی رکشہ سے اتر گئے دیکھا کہ مسجد کا اندرونی و بالائی حصہ پہلے ہی سے بھر چکا تھا اور اب روڈ پر بھی جگہ نہ رہی مسجد کے نیل میں روڈ پر ایک ہی پائپ ہے جس کے سیکڑوں امیدوار ہیں۔ اور وہ بھی جیسے عاشق مہجور میں آنسو بہا رہا ہو۔

جملہ رفقائے سفر پریشان کہ جماعت کا وقت ہو گیا ہے نل بھی جواب دینا چاہتا ہے۔ اسی کشمکش میں تھے کہ ایک سکھ عورت نے آگے بڑھ کر لوٹا لیا اور حسب ضرورت پانی لاکر دیا اور یہ کہا کہ پانی کی کیا حقیقت ہے اگر بڑے مولوی صاحب (یعنی حضور مفتی اعظم ہند) کے لئے جان و مال کی ضرورت پڑے تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ آج آپ لوگ ہمارے مہمان ہیں ہمارا اخلاقی فریضہ ہے کہ آپ کی ضروریات پوری کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مہمانوں کے قیام کے لئے اپنے اپنے مکانات خالی کر دیئے اور طعام کا بھی بندوبست کیا۔

ہم لوگ ابھی وضو کر سکے تھے کہ جماعت کھڑی ہو گئی نماز ادا کی اور وہیں سے اسلامیہ کالج کی طرف چل دیئے۔ وہاں ڈیڑھ بجے پہونچ کر صف اول میں حصہ لینے کی کوشش کی اور کامیاب بھی رہے۔

جانثاران مفتی اعظم ہند ولی کامل عارف باللہ کے جنازہ کو کندھا دینے کے لئے بے چین تھے۔ پورا بریلی شہر کاروبار، دوکانیں بند کرکے ٹوٹ پڑا تھا ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ ایک لمحہ ہی اپنے اس عظیم رہنما کے جنازہ میں کندھا لگا دیا جائے جو لگ بھگ ایک صدی تک تاریک دلوں کو منور و درخشاں کرتا رہا۔ غرض کہ اس خواہش کو پوری کرنے کے لئے تابوت میں بانس کا انتظام کیا گیا۔ اب بریلی کے قطب کا جنازہ اہم شاہراہوں سے عقیدت مندوں کے کاندھوں پر گذر رہا ہے۔ آج دنیائے سنیت کا بادشاہ بریلی کا آخری گشت فرما رہا ہے۔ خواتین عمارتوں کی چھتوں پر پرنم آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہی ہیں۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گونج میں عاشق رسول کا جنازہ گذر رہا ہے۔

کافی تعداد میں پہلے ہی سے لوگ اسلامیہ کالج میں جمع ہو گئے ہیں۔ اور اپنے محبوب رہنما کے جنازہ کے انتظار میں چشم براہ ہیں اور صف باندھ کر بیٹھے بار بار اعلان ہو رہا ہے کہ اے جانثاران مفتی اعظم ہند! اے سوگوران مفتی اعظم ہند! گھبراؤ نہیں جب عاشق رسول کا جنازہ پہونچے تو کلمہ و درود سے استقبال کرنا مفتی اعظم ہند کا واسطہ مجمع میں کوئی بدنظمی نہ ہونے پائے۔

اب جنازہ اسلامیہ کالج کے قریب پہنچ رہا ہے دلوں کی دھڑکنیں تیز سے تیز ہوتی جا رہی ہیں۔ شوق دیدار بڑھتا جا رہا ہے ایک آواز آئی وہ دیکھو جنازہ آگیا نعرۂ تکبیر، نعرہ رسالت سے پوری فضا گونج اٹھی ایسا لگ رہا تھا جیسے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ حیات ظاہری میں تشریف لا رہے ہیں دیکھتے دیکھتے جنازہ مجمع کے سامنے آگیا نعروں کی گونج میں جنازہ گاڑی سے اتارا جا رہا ہے۔ اسلامیہ کالج کا میدان عاشق رسول کے دیوانوں سے بھر گیا اس وسیع میدان میں اگر کوئی زمین پر گر جاتا تو اس کے اوپر تیتہ کئی آدمی ہوتے اور اس کا اٹھنا مشکل ہو جاتا

دس لاکھ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع عام لوگوں کے کنٹرول سے باہر روحانی کنٹرول کا محتاج ہے۔ جنازہ چبوترہ پر رکھا جا چکا ہے۔ اسی دوران ایک بوڑھا سکھ چبوترہ سے قریب پہونچا حضرت کو کفن میں ملبوس دیکھ کر یہ کہہ کر بے ہوش ہو گیا کہ اب ہمارا دنیا میں کوئی نہ رہا، اسے اٹھا کر میدان سے باہر لے جایا گیا۔

پھر دیکھا کہ ایک اسّی سال کی سکھ بوڑھیا کپڑے میں گلاب لئے جنازہ کے قریب پہونچ گئی ہے لوگ حیرت استعجاب میں ڈوب گئے کہ جنازہ سے قریب آجانا جوانوں کی طاقت سے باہر کی بات ہے یہ بوڑھی عورت لاٹھی کے سہارے کیسے آگئی۔ مگر دیوانوں کا حال نرالا ہوتا ہے جنازہ کے اوپر پھول ڈال دیا اور بے قابو ہو کر چیخ چیخ کر رونے لگی دس بارہ آدمیوں نے اسے اپنے گھیرے میں لیکر باہر کیا۔

اسلامیہ کالج کے کمروں اور چھتوں پر عورتیں بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں جو آج اپنے آقا کار ساز دردمنداں کے آخری دیدار کے لئے حاضر ہوئی ہیں۔

خصوصی حضرات کے لئے چبوترہ کے قریب موٹی موٹی بلیاں باندھ دی گئی ہیں جس میں علمائے کرام، ہند و بیرون ہند کے نمائندے اور صحافی موجود ہیں۔

کچھ دیر بعد مجمع کنٹرول میں آیا نماز جنازہ شروع ہوئی۔ نماز جنازہ ختم ہوتے ہی سارا مجمع آخری زیارت کے لئے اس طرح ٹوٹ پڑا جیسے ساون بھادوں کی خاموش اندھیری رات میں کسی ویرانے میں شمع روشن ہو جائے۔

بریلی شریف کی پولس بھی مستعد ہو کر میدان کے ہر چہار جانب کھڑی تھی تاکہ کسی قسم کی کوئی بات نہ ہونے پائے۔ جب دیکھا کہ عقیدت مندوں کا ہجوم جنازہ کو چھوڑ نہیں رہا ہے تو ذمہ داروں نے جنازہ کو گاڑی پر رکھوایا مغرب بعد آخری آرامگاہ پہونچا۔

ہم لوگ ساڑھے سات بجے خانقاہ عالیہ رضویہ میں پہونچے جہاں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ محو استراحت ہیں یہاں پہونچ کر قبر پر مٹی ڈالنے کی سنت ادا کی گئی۔ اور اشکبار آنکھوں سے اور لرزتے ہوئے دل کے ساتھ فاتحہ پڑھ کر باہر نکلے تو دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو چکا تھا۔

ہم دو تین طلبہ بریلی شریف سے رات ہی میں علی گڑھ کے لئے عازم سفر ہوئے۔ یہاں علی الصبح پہونچے تو ٹرین میں علیگڈھ کے طلبہ اساتذہ سے ملاقات ہوئی تو ہر شخص کو دل گرفتہ پایا۔ اور جو لوگ کسی وجہ سے نہ پہونچ سکے تھے انہیں اپنی محرومی قسمت کا بے پناہ احساس تھا۔ تین چار روز کے بعد یہاں سے واپسی ہوئی تو راستہ میں جو مسافرین بھی ملے ان کا یہی موضوع پایا کہ حضور مفتی اعظم کی شخصیت اور نماز جنازہ میں عظیم الشان مجمع کی کثرت پر تبصرہ کرتے نظر آرہے ہیں۔ اور ان کے دل میں حضرت کی محبت و عقیدت کی شمع روشن ہے

سچ ہے کہ جو خدا اور اس کے رسول کی رضا چاہتے ہیں۔ اور ان کی طرف لو لگاتے ہیں ساری کائنات ان کے سامنے جھک جاتی ہے۔ اور ان کے ذکر و فکر کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار اور باعث سعادت جانتی ہے یہی شان حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کی بھی تھی۔ رب کائنات ہمیشہ ان کی قبر مبارک پر رحمت و نور کی بارش برساتا رہے۔ آمین ❊❊

افاداتِ رضویہ
مستقل عنوان

(پہلی قسط)

تلخیص و تسہیل
از
ارشد القادری

اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی تصنیف لطیف۔

اَلْاَمْنُ وَالْعُلیٰ

(نئے اسلوب اور عام فہم زبان میں۔)

افاداتِ رضویہ کے عنوان سے اعلیٰحضرت کی تصنیفات کو نئے اسلوب میں پیش کرنے کا مفتی اعظم نمبر سے ایک مستقل سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے تاکہ اعلیٰحضرت کے علوم و معارف سے عام اردو داں طبقہ بھی زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔
ارشد القادری۔

سببِ تالیف

ہندوباڑہ راؤدہلی کے مولوی کرامت اللہ خاں صاحب نے اعلیٰحضرت سے درود تاج اور دلائل الخیرات کے بارے میں استفسار کیا تھا کہ زید کہتا ہے کہ درود تاج اور دلائل الخیرات کا پڑھنا شرک محض اور بدعت سیئہ ہے۔

درود تاج کا پڑھنا شرک اس لئے ہے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ کہا گیا ہے جبکہ یہ الفاظ خدا کیلئے مخصوص ہیں کسی بندے پر ان کا اطلاق شرک ہے۔ اور بدعت سیئہ اس لئے ہے کہ یہ درود شریف حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے صدہا سال بعد تصنیف کیا گیا ہے۔

برخلاف اس کے خالد کا دعویٰ ہے کہ بلاشبہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ منبع رحمت و برکت، موجب خیر و سعادت، اور باعث دفع اذیت و بلا ہے ہمارے اس دعوے پر قرآن حکیم کی یہ دو آیتیں شاہد عدل ہیں یعنی وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ، اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو لیکن سارے جہاں کیلئے رحمت بنا کر۔ اور وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ اور اللہ ان پر عذاب نہیں اتارے گا جب تک آپ ان کے درمیان موجود رہیں گے

ان آیتوں کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ قرآن کریم کا مقتضیٰ ہے۔ اور حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی برکت سے ملک عرب کی قحط سالی کا دفعتہً خوشحالی میں تبدیل ہو جانا تاریخ اسلام کا ایک جانا پہچانا واقعہ ہے۔ اس لئے اس بنیاد پر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دافع القحط والبلاء ہونا صرف عقیدہ ہی نہیں بلکہ آنکھوں کا مشاہدہ اور تاریخ کا محسوس واقعہ بھی ہے۔

علاوہ ازیں درود تاج شریف اور اس کے کلمات طیبات مشاہیر اسلام اور سلف صالحین کے درمیان صدیوں سے شائع و ذائع، ان کے اوراد و وظائف میں شامل اور مقبول و ماخوذ ہیں۔

اب رہ گیا درود تاج کا حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے صدہا سال بعد تصنیف ہونے کے باعث اسے بدعت ضلالت سمجھنا تو یہ بھی زید کی بہت بڑی کج فہمی ہے۔ کیونکہ خود زید بھی جمعہ کے دن برسر منبر مولوی اسماعیل دہلوی کا تصنیف کیا ہوا خطبہ پڑھتا ہے جبکہ وہ خطبہ بھی حضور باعث رحمت و سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ پاک کا نہیں بلکہ بارہ سو برس کے بعد کا ہے۔ اگر اس کے باوجود وہ بدعت ضلالت نہیں ہے تو صرف درود تاج کو بدعت ضلالت کہنا دل کی کدورت کا نتیجہ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

اتنی تفصیل کے بعد علمائے اعلام سے استفسار ہے کہ خالد کا قول صحیح و موافق سلف صالحین کے ہے یا زید کا۔ مفصل اور مدلل جواب ارشاد فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل اور جزائے بے مثل مرحمت فرمائے۔

اعلیٰحضرت امام اہلسنت کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علیٰ ما علم وھدانا للدین الاقوم ط وسلک بنا السبیل الاسنیٰ ط وصلی ربنا وبارک وسلم ط علیٰ دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم سیدنا ومولانا وما لکنا وماوانا محمد مالک الارض ورقاب الامم ط وعلیٰ آلہ وصحبہ اولی الفضل والفیض والعطاء والجود والکرم ط آمین!

قال الفقیر المستدفع البلاء من فضل نبیہ العلی الاعلیٰ صلی علیہ اللہ تعالیٰ عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی دفع نبیہ عنہ البلاء ومنح قلبہ النور والجلاء۔

یہ جواب ایک مقدمہ دو ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ

تمہید اور اصولی مباحث کے بیان میں۔

زید کے یہ کلمات کچھ محل تعجب نہیں ہیں کہ وہابی مذہب کی بنیاد ہی حضور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کے مٹانے اور محبوبان حق کی عظمت شان کے گھٹانے پر ہے بلکہ حیرت اور سخت حیرت ان سنی مسلمانوں پر ہے جو اس طرح کی دل آزار اور بیہودہ باتیں سنتے اور انہیں قابل التفات سمجھتے ہیں۔ یہ دنیا فتنوں کی آماجگاہ ہے یہاں انبیاء و اولیاء کی طرف سے دلوں میں نفاق کی کدورت رکھنے والے ایک سے ایک منافق پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ حُبِّ رسول کے ہر مظاہرہ پر جلتے رہنا جن کا مقدر بن چکا ہے انہیں جلنے سے کون بچا سکتا ہے۔ لیکن قلق کی بات تو یہ ہے کہ اہل عشق و وفا ان کی دل آزار اور گمراہ کن باتوں کی طرف التفات ہی کیوں کریں۔ حاسدین کے شر سے محفوظ رہنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ نہ ان کے اقوال سنیں نہ ان کی گستاخانہ تحریر پڑھیں اور نہ ذہنی انتشار اور شیطانی وسوسے کا شکار ہوں۔ اور دوسری طرف اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و فکر میں نہایت گرمجوشی کے ساتھ مشغول رہیں۔

دشمن خود ہی اپنے حسد کی آگ میں جل جل کر بھسم ہو جائیں گے۔ اور قرآن کی اس آیت کریمہ کے مصداق بنیں گے۔

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

فرقہ وہابیہ جو خدا کے محترم رسولوں کو اپنی طرح بشر سمجھتا ہے اور ان کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ رکھتا ہے اور برملا الکی عظمت شان کا انکار کرتا ہے اس کے نزدیک کسی مسئلے کے ثبوت و تائید میں ائمۂ اسلام اور سلف صالحین کی کیا حیثیت ہے کہ تم جن مقدس ہستیوں کو ائمۂ اسلام اور اکابر دین کہتے ہو ان گستاخوں کے نزدیک وہ بھی معاذ اللہ تمہاری طرح مشرک اور بدعتی تھے۔ کیونکہ درود تاج ہو یا دلائل الخیرات، ان کے اندر جتنے بھی درود شریف کے الفاظ و عبارات ہیں وہ سب انہی بزرگوں کی تصنیفات ہیں۔ انہی حضرات کے ذریعہ صلوٰۃ وسلام کے یہ گلہائے رنگا رنگ ہم تک پہونچے ہیں جن کی خوشبو سے ایمان وعقیدت کی دنیا آج تک معطر ہے۔

انہی بزرگوں نے اپنی مبارک و پرنور تصنیفات میں سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عز وجل کا خلیفۂ اکبر، مددگنندۂ ہر خشک و تر، واسطۂ ایصال ہر خیر و برکت، وسیلۂ فیضان ہر جود و رحمت، قاسم نعمت، کاشف درد و کرب، شافی و کافی اور دافع البلا، والوبا، تحریر فرمایا اور اسے اہل اسلام کا عقیدہ بنا دیا ـــــ۔

اس موضوع پر فقیر غفرلہ القدیر نے اپنی کتاب مستطاب "سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" میں کتاب وسنت کے نصوص قاہرہ، اور ائمۂ اسلام و اکابر امت کے روشن دلائل اور انکی مہکتی ہوئی تحریروں سے ایسے ایسے گل بوٹے کھلائے ہیں جن کی خوشبو سے روح ایمان معطر ہو جائے اور عرفان و یقین کے غنچے مسکرانے لگیں ـــــ

اس لئے سچ پوچھئے تو اس گستاخ فرقہ کے نزدیک شرک و بدعت کے اصل ملزم تو یہی اکابر و عمائدین ہیں ہم تو انکی پیروی میں ستائے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ اس فرقہ کا بانی شیخ نجدی ڈنکے کی چوٹ کہتا تھا کہ چھ سو برس سے جتنے علما گزرے ہیں سب کافر تھے۔ (حوالہ کیلئے دیکھئے۔ الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ)

اب رہ گیا حدیث کا معاملہ! تو کسی مسئلہ کے ثبوت میں اسے بھی پیش کرنا اس بے لگام فرقہ کے نزدیک کچھ سود مند نہیں۔ کیونکہ ساری کتب احادیث، چاہے وہ صحاح و سنن ہوں یا مسانید و معاجم وغیرہا، ساری کی ساری حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ پاک کے بعد ہی تصنیف ہوئیں اس لئے ان کے مذہب غیر مہذب پر وہ ساری کتابیں بدعت اور ان کے مصنفین بدعتی ہوئے۔

اب آپ کہیں گے کہ قرآن کریم کی وہ آیت کریمہ جس میں رب العزت جل جلالہ نے اہل ایمان کو اپنے پیارے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کا مطلقاً حکم صادر فرمایا ہے جس کے دائرۂ عموم میں درود تاج بھی شامل ہے اور دلائل الخیرات شریف بھی۔ یعنی اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ بیشک اللہ اور اس کے تمام فرشتے نبی پاک پر درود بھیجتے ہیں۔ لہٰذا اے ایمان والو تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔

اس آیت میں کسی کلام کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس میں کسی خاص عہد تصنیف کی قید یا کسی خاص عبارت کے ساتھ درود بھیجنے کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ میں کہوں گا کہ یہ دلیل بھی ان کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ درود تاج اور دلائل الخیرات کے خلاف ان کی نفرت و کدورت کا اصل سبب حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف جلیلۂ عظیم اور محامد کثیر جزیلہ ہیں جن پر درود تاج اور دلائل الخیرات مشتمل ہے ـــــ۔

جب کہ دوسری طرف سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کے بارے میں ان کے امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا حکم ہے کہ

.... "جو بشر کی سی تعریف ہو وہی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو،،

جبکہ درود تاج اور دلائل الخیرات میں حضور انور کی تعریف بشر کی سی نہیں بلکہ محبوب رب العالمین، افضل المرسلین، شفیع المذنبین، خلیفۃ اللہ الاعظم، اور سلطان کونین کی سی ہے۔ ان حالات میں اب صاف بات یہ ہے کہ وہ اپنے امام کی بات مانیں یا تمہارے اسلاف اور بزرگوں کے عقیدے پر چلیں۔

اب ان کے لئے ایک ہی نسخہ کارگر ہو سکتا ہے کہ مسئلے کی تائید میں انہی کے امام الطائفہ کے آباء و اجداد اور ان کے اکابر و مشائخ کی تصانیف دکھاؤ تو شاید کچھ کام چلے۔ کیونکہ جسے وہ اپنا مان چکے ہیں اس کے خلاف وہ کبھی زبان طعن دراز نہیں کریں گے اور دل نیاز مندانہ انہیں مجبور کر دیگا کہ وہ اپنے بزرگوں کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔

زیادہ نہیں صرف چند سوالات ان سے پوچھ لو تو ان کے مذہب کی ساری قلعی کھل جائے گی اور دوپہر کے سورج کی طرح حق ناحق واضح ہو جائے گا۔

پہلا سوال تو یہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ پاک کے بعد درود شریف کے ایمان افروز اور عطر بیز کلمات و عبارات پر مشتمل جو نئی نئی کتابیں تصنیف ہوئیں اگر تمہارے نزدیک وہ بدعت اور ان کے مصنفین بدعتی ہیں تو اپنے اپنے سرگروہ مولوی اسمٰعیل دہلوی، اور ان کے آباؤ اجداد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی وغیرہم اکابر و عمائدین خاندان دہلی اور انکی تصنیفات کے بارے میں صاف صاف بتاؤ کہ کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں تھے؟ اور پھر کیا انکی تصنیفات حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ پاک کی ہیں؟

اور پھر دو ٹوک جواب دو کہ اگر وہ مصنفین بارہ سو برس کے بعد پیدا ہوئے اور انکی کتابیں بھی بارہ سو سال کے بعد تصنیف ہوئیں تو تم ان کتابوں پر بدعت اور ان کے مصنفین پر بدعتی ہونے کا حکم کیوں نہیں لگاتے۔ ایک ہی مقدمہ میں دو طرح کا فیصلہ کیا یہ بد دیانتی، جانبداری، اور دل کی کدورت کی نشاندہی نہیں کرتا؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ خاندان ولی اللہی کے جملہ عمائدین نے اپنی اپنی تصنیفات کے خطبے میں درود وسلام کے جو نئے نئے صیغے اور نئی نئی عبارتیں تصنیف فرمائی ہیں تو کیا بعینہ وہ الفاظ و عبارات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اگر منقول ہیں تو ان کی نشاندہی کرو اور اگر نہیں ہیں تو یہ کتنی بڑی ہٹ دھرمی سینہ زوری اور ناانصافی ہے کہ نئی ایجاد ہونے کا الزام عائد کیا جائے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ بدعت وسنت کے یہ سارے ضابطے صرف درود وسلام ہی کے لئے ہیں یا خاندان اسمٰعیلی کے نئے نئے ایجادات پر بھی وہ نافذ ہوتے ہیں؟

(۱) مثال کے طور پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب القول الجمیل میں اپنے مشائخ سلسلہ کے آداب طریقت اور اشغال و ریاضت کے بارے میں صاف صاف لکھا کہ

> "ہمارا سلسلۂ طریقت تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تک ضرور متصل ہے لیکن نہ طریقت کے آداب ہی حضور سے ثابت ہیں اور نہ ریاضت کے اشغال ہی حضور سے منقول ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے پیران طریقت ہی کے ایجادات ہیں"۔

(۲) حضرت شاہ عبد العزیز صاحب اسی القول الجمیل کے حاشیہ تحریر فرماتے ہیں ـــــ۔

> "اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات و ہیئات واسطے اذکار مخصوص کے ایجاد کئے" ـــــ

(۳) مولوی خرم علی مصنف نصیحۃ المسلمین القول الجمیل کے اردو ترجمہ شفاء العلیل میں شاہ صاحب کا یہ قول نقل کرکے لکھتے ہیں ـــــ

> "ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں،، ـــــ

(۴) اور سنئے اسی القول الجمیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ قدست اسرارھم کے ذیل میں تصور شیخ کی یہ ترکیب لکھتے ہیں ـــــ۔

اذا اغاب الشیخ عنہ یخیل صورتہ بین عینیہ بوصف المحبۃ والتعظیم فتفید صورتہ ما تفید صحبتہ۔	جب شیخ نظر سے اوجھل ہو جائے تو اسکی صورت کا اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت و تعظیم کیساتھ تصور کرے۔ جو فائدے اس کی صحبت دیتی تھی ایسا یہ صورت دے گی۔

(۵) اسی شفاء العلیل میں تصور شیخ کے متعلق حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

> "حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب تر ہے،،

(۶) حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ جنہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکتوبات میں "نفس زکیہ،، "قیم طریقۂ احمدیہ" اور داعی سنت نبویہ جیسے القابات سے ملقب کرتے ہیں، اپنے ایک مکتوب میں دعائے حزب البحر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں جو حضور خاتم پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم کے صدہا سال کے بعد تصنیف ہوئی ـــــ

دعائے حزب البحر وظیفۂ صبح وشام دختم	روزانہ دعائے حزب البحر صبح وشام

کی تاریخ کا ایک عجیب واقعہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب

[حضـ]رات خواجگان قدس اللہ اسرارھم ہر روز [بنیـ]ت حل مشکلات باید خواند۔

اور ختم خواجگان حل مشکلات کے لئے پڑھنا چاہئے ــــ۔

ذرا اس صبح وشام اور ہر روز کے الفاظ پر نظر رہے۔ یہ وہی التزام ملاومت ہے جسے فرقۂ وہابیہ کے مجاہدین نہ صرف بدعت کہتے ہیں بلکہ جملہ امور خیر کیلئے وجہ ممانعت قرار دیتے ہیں ــــ۔

اور مزید برآں غضب یہ ہے کہ داعی سنت نبویہ حضرت مرزا صاحب نے نہ اس پر بدعت کا حکم لگایا اور نہ بدعتی کا بلکہ اپنے مکتوبات میں دوسری جگہ مزید صراحت فرمائی کہ۔

"بعد حلقۂ صبح لازم گوید"

صبح کے حلقۂ ذکر کے بعد اسے لازم سمجھو

تیسرے مقام پر تاکید فرمائی ــــ۔

"بعد از حلقۂ صبح براں مواظبت نمایند"

صبح کے حلقۂ ذکر کے بعد اس پر مداومت کریں

سب جانے دو! خود امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی نے صراطِ مستقیم میں اپنے مشائخ سلسلہ کے ایجاد کردہ نئے نئے اشغال واوراد اور ریاضت ومجاہدات کا نہایت شدومد کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور اس انداز میں انکی خوبیاں گنائی ہیں جیسے یہ سارے اعمال واشغال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

اب اس مقام پر ہم آپ ہی سے آپ کے ضمیر کا انصاف چاہتے ہیں کہ درود تاج اور دلائل الخیرات پڑھنے پر تو ہمیں بدعتی کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ اور خود ان کے گھروں میں طرح طرح کی بدعتوں کے جو انبار لگے ہوئے ہیں تو وہ پکے متبع سنت ہیں۔ اور پھر تصور شیخ کا عمل جسے شاہ صاحب مرحوم وصول حق کے لئے سب راہوں سے قریب تر راہ بتا رہے ہیں وہ تقویۃ الایمانی دھرم پر ٹھیٹ بت پرستی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

چوتھا سوال

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنے پر تو ہمارے خلاف شرک کا فتویٰ صادر کیا گیا ہے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے قصیدہ "اطیب النغم" میں اس سے بھی بڑے بڑے شرک کی جو فصل اگائی ہے تو اس پر تقویۃ الایمان کی برادری کیوں خاموش ہے؟ دینی احکام صادر کرنے میں شخصیتوں کا امتیاز کیوں برتا گیا ہے؟

اگر خاموشی اس لئے ہے کہ سرکار رسالت میں اس طرح کے عقیدے [شر]ک نہیں ہیں تو درود تاج میں ذکر کئے گئے فضائل ومحامد کو مشرکانہ عقیدہ قرار [دیـ]نا انصاف اور دیانت کا خون نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور اگر اپنے گھر کا معاملہ [سمجھ] کر پردہ پوشی کی گئی ہے تو یہ حق کے خلاف بہت بڑی سازش ہے۔ ویسے بالکل امر واقعہ ہے کہ قصیدۂ اطیب النغم میں ذکر کئے گئے عقائد کی بنیاد پر شاہ [ولی] اللہ صاحب کو مشرک قرار دینا ممکن نہیں ہے لیکن یہ بالکل ممکن بلکہ امر واقعہ ہے کہ [جو] لوگ اس طرح کے عقائد پر شرک کے فتوے صادر کرتے ہیں انہی کا ذہن شرک ساز ہے۔ اور وہ ایک ایسا مفتری گروہ ہے جو خدا کا نام لیکر خدا پر افترا [کر]تا ہے ــــ۔

(۷) اب شاہ صاحب کے نعتیہ قصیدے کا فارسی ترجمہ جسے خود انہوں [نے ک]یا ہے۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) بہترین آنکہ امید مراگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [گ]ر جائے دست زدن اندوہگین در ہر شدتے۔

مصیبت کے وقت غم زدوں کی جائے پناہ سوائے مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی دوسرا مجھے نظر نہیں آتا۔

(۲) پناہ گرفتن بندگاں وگریزگاہ ایشاں در وقت خوف ایشاں روز قیامت

قیامت کی ہولناک گھڑی میں بندوں کی پناہ گاہ آپ کی ہی ذات ہے۔

(۳) نافع ترین ایشاں مردماں را نزدیک ہجرم حوادث زماں۔

حوادث زمانہ کے ہجوم کے وقت آپ کی ہی ذات سب سے زیادہ نفع بخش ہے۔

(۴) اے بہترین خلق خدا ولے بہترین عطا کنندہ واے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود برائے ازالۂ مصیبتے۔

اے خدا کی مخلوقات میں سب سے بہتر! اے سب سے بہتر عطا کرنیوالے، اے ان لوگوں میں سب سے بہتر جو مصیبت کے وقت کام آسکتا ہے۔

(۵) تو پناہ دہندۂ از ہجوم کردن مصیبتے ــــ۔

مصیبت کی یلغار کے وقت آپ ہی پناہ دینے والے ہیں ــــ

غور فرمائیے! تقویۃ الایمان کے مذہب پر اس قصیدے میں بیک وقت کتنے شرک جمع ہو گئے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو متصرف وکارساز اور صاحب قدرت واختیار سمجھنا پہلا شرک، غیر اللہ سے استغاثہ کرنا دوسرا شرک۔ استمداد کیلئے دور سے ندا کرنا تیسرا شرک۔ اور حضور کی ذات سے نفع کی امید رکھنا چوتھا شرک! اتنے شرکیات کے باوجود یہ لوگ ہندوستان میں شاہ صاحب کو عقیدۂ توحید کا سب سے بڑا محافظ سمجھتے ہیں۔

(۸) اب اس سے بھی زیادہ ایک حیرت انگیز قصہ سنئے۔ یہی شاہ صاحب اپنے دوسرے قصیدۂ نعتیہ ہمزیہ میں نیازمندوں کو بارگاہ رسالت میں فریاد کرنے کے لئے یہ کلمات تلقین فرماتے ہیں۔

اے رسول خدا عطائے ترا می خواہم روز حشر توئی پناہ از ہر بلا۔ بسوئے تست رو آوردن من وبہ تست پناہ گرفتن من، ودر تست امید داشتن من (آہ مخلصا)

یا رسول اللہ! قیامت کے دن ہم آپ کی عطا چاہتے ہیں۔ ہر بلا سے آپ ہی پناہ دے سکتے ہیں۔ آپ ہی کی طرف میرا رخ ہے اور آپ ہی کی ذات میری پناہگاہ ہے اور آپ ہی کے دامن سے میری امید بندھی ہوئی ہیں۔

(۹) پھر یہی شاہ اپنی کتاب "ہمعات" میں زیر بیان نسبت اویسیہ تحریر فرماتے ہیں۔

از ثمرات ایں نسبت رویت آں جماعت است در منام وفائدہا از یشاں یافتن ودر مہالک ومضایق صورت آں جماعت پدید آمدن۔ وحل مشکلات دے بایں صورت منسوب شدن ــــ۔

نسبت اویسیہ کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ جن ارواح طیبات سے یہ نسبت قائم ہو جاتی ہے وہ خواب میں نظر آتی ہیں اور ان سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اور مصائب وتنگی کے وقت انکی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں اور اپنے نیازمندوں کی مدد کرتی ہیں۔

(۱۰) انہی شاہ صاحب کے شاگرد رشید اور حضرت مرزا صاحب موصوف کے مرید سعید حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی کتاب تذکرۃ الموتیٰ میں اولیائے کرام قدس اللہ اسرارھم کے تصرفات کی بابت تحریر فرماتے ہیں ــــ۔

ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند میروند ودوستاں ومعتقداں را در دنیا وآخرت مددگاری می فرمایند، ودشمناں را ہلاک می سازند ــــ۔

انکی روحیں زمین سے لیکر آسمان اور بہشت تک جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور اپنے احباب ومعتقدین کی دنیا اور آخرت میں مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔

اب آپ ہی انصاف کریں کہ دافع البلاء اور کس چیز کا نام ہے۔

(۱۱) یہی مرزا صاحب موصوف اپنے ملفوظات میں ارشاد فرماتے ہیں۔

نسبت بآنجناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مرا می رسد وفقیر را نیازے خاص بآنجناب ثابت است ودر وقت عروض عارضۂ جسمانی توجہ بآں حضرت واقع می شود وسبب حصول شفا می گردد۔

اس فقیر کو امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ سے ایک خاص نیازمندی اور نسبت حاصل ہے۔ اور جب بھی کوئی جسمانی عارضہ مجھے لاحق ہوتا ہے آنحضرت کی روحانی توجہ سے شفا ملتی ہے۔

(۱۲) یہی داعی سنت نبویہ حضرت مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

التفات غوث الثقلین بحال متوسلاں طریقۂ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد۔ باہیچکس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشد کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست۔

اپنے مریدین ومعتقدین کی طرف غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ ہر وقت مبذول رہتی ہے۔ ان کے سلسلہ کا کوئی شخص مجھے ایسا نہیں ملا جس کی طرف آنحضرت کی مبارک توجہ مبذول نہ ہو۔

(۱۳) اور سنئے! یہی نفس زکیہ، داعی سنت نبویہ حضرت مرزا صاحب اہل عقیدت کو مژدۂ جانفزا سناتے ہیں۔

عنایت حضرت خواجۂ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است۔ مغلاں در صحرا با وقت خواب اسباب واسپان خود، بحمایت حضرت خواجہ می سپارند وتائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شوند۔

حضرت خواجہ نقشبند اپنے معتقدین کے حال پر ہر وقت کرم فرماتے ہیں۔ مغلوں کو حضرت کے قوت تصرف پر اتنا اعتماد ہے کہ وہ جنگل میں ہوں یا اپنے گھر پر سوتے وقت اپنے گھوڑے اور مال واسباب حضرت خواجہ کے سپرد کر دیتے ہیں اور خدا کی غیبی مدد ان کے شریک حال رہتی ہے۔

(۱۴) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب تفسیر عزیزی میں انتقال کے بعد اکابر اولیاء الکا بحال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

دریں حالت تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا می نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند۔

انتقال کے بعد انہیں دنیا میں تصرف کی قوت دی گئی ہے۔ اور اپنے معارف و درجات میں انکی محویت دنیا کی طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتی۔ اور اویسی مشرب کے لوگ ان سے کمالات باطنی کی تحصیل کی درخواست کرتے ہیں۔ اور اہل حاجات اپنے مصائب و مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے ہیں اور پاتے ہیں۔

انتقال کے بعد دنیا میں اولیائے کرام کا یہ تصرف ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجئے کہ حل مشکلات اور دفع بلا میں کیا فرق ہے۔

(۱۵) اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" میں تو اس سے بھی بڑھکر جان وہابیت پر قیامت توڑ گئے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت برمثال پیران و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ۔ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ را ہمیں معاملہ است۔

حضرت امیرالمومنین سیدنا علی مرتضیٰ اور انکی آل پاک کو تمام امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتی ہے اور کاروبار عالم کو انکے ساتھ وابستہ جانتی ہے اور انکے نام فاتحہ درود اور صدقات و نذر ساری امت کے درمیان رائج و معمول ہے اور یہی حال سارے اولیاء اللہ کا ہے۔

انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ غور فرمائیے کہ یہ کتنے بڑے شرک ہائے اکبر و اعظم ہیں جن پر شاہ صاحب پوری امت کا اجماع بتا رہے ہیں۔ اب تو کچھ عجیب نہیں کہ اواقص کی طرح امت مرحومہ کو امت ملعونہ کا لقب دیدیں۔ بھلا دفع بلا بھی امور تکوینیہ میں ہے یا نہیں؟ جو دامن پاک حضرت مولیٰ اور اہل بیت کرام سے وابستہ ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہم ومولاہم وعلیہم وبارک وسلم۔

(۱۶) اور اس سے بھی طرفہ تر ایک قصہ سنئے!

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الباری کی عظیم و جلیل کتاب جواہر خمسہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔

دعائے سیفی کے نام سے جواہر خمسہ میں ایک مخصوص دعا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے بارہ اساتذہ و مشائخ کرام سے ثابت ہے کہ وہ دعائے سیفی کی اجازتیں حاصل کرتے اور اپنے مریدین و متوسلین کو اسکی اجازتیں مرحمت فرماتے تھے۔ حالانکہ کتاب جواہر خمسہ اور اس کی دعائے سیفی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ پاک کے صدہا سال بعد تصنیف ہوئی۔ اس لحاظ سے اسے بدعت اور اس کے مصنفین و عاملین کو بدعتی ہونا چاہئے تھا۔

بالخصوص شاہ صاحب اور انکے اساتذہ میں مولانا ابوطاہر مدنی اور انکے والد و استاد و پیر مولانا ابراہیم کردی اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور انکے استاذ مولانا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاساتذہ مولانا احمد نخلی وغیرہم جو دعائے سیفی کی اجازتیں حاصل کرتے اور دوسروں کو مرحمت فرماتے تھے۔

تقویۃ الایمانی دھرم پر یہ سب کے سب مورد الزام ہیں کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ ایک صریح بدعت سیئہ کو پروان چڑھایا۔

اب کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر دعائے سیفی کی وہ نادعلی ملاحظہ فرمائیں جس نے وہابی مذہب کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔

ناد علیاً مظہر العجائب تجدہ عوناً لک فی النوائب کل ہم وغم سینجلی بنبوتک یا محمد وبولایتک یا علی یا علی یا علی۔

حضرت علی کو پکارو جو مظہر عجائبات ہیں تم مصیبتوں میں انہیں اپنا مددگار پاؤگے۔ ہر رنج و غم عنقریب زائل ہو جائے گا آپ کی نبوت کے صدقہ میں یا محمد اور آپ کی ولایت کے طفیل یا علی یا علی یا علی۔

اس کی نفیس سند کی تفصیل درکار ہو تو فقیر کے رسائل:۔

انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ۔۔ حیات الموات فی بیان سماع الاموات ۔ اور الزوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ ۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(باقی آئندہ)

نذرانۂ عقیدت

بارگاہ حضور مفتی اعظم ہند

از:۔ احمد کمال جمشید پوری
سکریٹری مدرسہ فیض العلوم جمشید پور

سن کر وصال مفتئ اعظم ہے آنکھ نم
دست اجل نے چھین لیا ذات محترم
ٹوٹا ہے آج شانۂ ملت پہ کوہ غم

دل ہے لہو لہو تو نظر محو یاس ہے!
وہ صدمۂ عظیم کہ دنیا اداس ہے!!

عرفان و آگہی کا سمندر تھا بیکراں
فقہ، حدیث و منطق و تفسیر کی زباں
تھا جادۂ سلوک کا جو میر کارواں

شمع حرم تھا شہر شریعت کا باب تھا۔
گلزار غوثیت کا شگفتہ گلاب تھا!

وہ مرد حق شناس وہ رہبر نہیں رہا
وہ پیکر خلوص وہ دلبر نہیں رہا
وہ نازش حیات، گل تر نہیں رہا

وہ فیض یاب عشق بلالی کہاں گیا
وہ جانشین روح غزالی کہاں گیا

وہ سانحہ ہے جو کہ بھلایا نہ جائیگا
سینے سے داغ جسکا مٹایا نہ جائیگا
وہ قصۂ الم کہ سنایا نہ جائے گا،

آنکھیں لہو کے اشک سے دامن بھگوئیگی
آ آکے ان کی یاد جو نشتر چبھوئیگی

مفتیٔ اعظم پر نثار ہونے والی زندگی کو نئی زندگی ملی

زر بکف، گل پیرہن، رنگیں قبا، آتش بجام
ایک سا قطرہ سو طرح سے سرخرو ہو کر اٹھا

ضیاء جالوی

آج سے چند سال پہلے حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ عنہ کوٹہ جاتے ہوئے راستہ ہی میں علیل ہو گئے تھے۔ کوٹہ پہنچتے پہنچتے ان کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔ عبد الرؤف صاحب بیڑی مرچنٹ نے انہیں داخل ہسپتال کر دیا تھا اور ان کے علاج معالجے میں جس قدر بھی سہولت ممکن ہو سکتی تھی بہم پہنچائی تھی۔ عبد الرؤف صاحب کا گھر بھر اور خود حضرت کے مریدین، متوسلین اور معتقدین کی ایک بھیڑ ہر وقت ہسپتال کے گرد رہنے لگی تھی۔ حضرت کی علالت کی خبر جس نے بھی سنی حضرت کی عیادت کو چل پڑا۔ احمد آباد کے ارباب ثروت بھی چل پڑے، کلکتہ کے خداوندان زر بھی کوٹہ پہنچے اور بمبئی نے تو حد ہی کر دی۔ بمبئی کے ہوائی اڈے سے جے پور کیلئے جو بھی طیارے پرواز کرتے تھے کسی نہ کسی ڈاکٹر کو لے کر پرواز کرتے تھے۔ یہ ڈاکٹر حضرت کے کسی نہ کسی نیاز مند کی ہمراہی میں ہوتے یا ان کے فرستادہ ہوتے تھے جو حضرت کے علاج کے سلسلہ میں کوٹہ جانے کے لئے جے پور کے ہوائی اڈے پر اترتے تھے۔ حضرت کی صحت کیلئے مسجدوں میں بھی دعائیں کی جا رہی تھیں اور مدارس میں بھی۔ ان دنوں میں اودے پور راجستھان میں مقیم تھا۔ حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی کا ٹیلیگرام موصول ہوا، ہم جلد سے جلد الہ آباد پہنچو۔ اور جب میں الہ آباد پہنچا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت کو راجستھان میں مقبول و متعارف کرنے کیلئے میں نے راجستھان کے دورے کا پروگرام بنا لیا ہے، تمہیں بھی اس سفر میں میرے ساتھ چلنا ہے۔" پھر ہم لوگ حضرت علامہ کی قیادت میں راجستھان کے سفر پر روانہ ہو گئے، پہلے اجمیر پہنچے، خواجہ کے دربار میں حاضری دی اس کے بعد تبلیغی مہم پر روانہ ہو گئے پہلی منزل بھیلواڑہ تھی۔ یہاں فاروق پہلوان اور ان کے احباب نے چار یا پانچ جلسوں کا اہتمام کیا تھا۔ پھر ہم اودے پور پہنچے۔ یہاں بھی مختلف مقامات پر چھ جلسے ہوئے۔ پھر جودھ پور، ناگور، پالی بیکانیر، چتوڑ گڑھ، بستی، بیگوں، کوٹہ، کیتھون، بوندی، جھالاوا، فتح پور، رتن گڈھ، سیکر اور جے پور وغیرہ مقامات پر جلسے ہوا کئے۔

راجستھان کا یہ دورہ تقریباً دو مہینے میں مکمل ہوا چونکہ راجستھان میں میری آمد و رفت پہلے سے تھی، ہر جگہ کچھ نہ کچھ لوگ میرے جانے پہچانے تھے، اسلئے میں نے ان لوگوں سے رابطہ قائم کر کے دورے کا پروگرام کچھ اس طرح ترتیب دیا تھا کہ علامہ کو روز ایک نیا اسٹیج ملے اور زیادہ سے زیادہ علاقے حضرت علامہ کی تقریروں سے فیضیاب ہو سکیں۔ اس جلسہ میں خاص بات یہ تھی کہ بھیڑ بہت ہوتی تھی حضرت علامہ کو لوگ سنتے آئے تھے دیکھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا یا بہت پہلے دیکھا تھا تب سے ان کیلئے تڑپ رہے تھے اب جو خلاف توقع انکو اپنے درمیان دیکھا تو جیسے ان کی عید ہو گئی۔ حضرت علامہ کیلئے انہوں نے دیدہ و دل، قلب و نگاہ سب فرش راہ کر دئے تھے۔ حضرت علامہ تقریر کے بعد نہایت رقت انگیز دعا فرماتے اور ان کی ہر دعا اس جملہ پر ختم ہوتی "رب کریم! ابر دئے سنیت حضور مفتیٔ اعظم کو ہماری عمریں کاٹ کر دیدے اور ان کو صحت عطا فرما۔ خداوندا! شہزادہ اعلیٰ حضرت کا سایۂ عاطفت ہم پر دراز فرما۔ الٰہی! ہماری زندگی، ہاں ہاں ہماری زندگی! ہماری عمریں انہیں دیدے اور انہیں بچالے"۔ راجستھان کا دورہ ختم ہو چکا تو ہم حضرت سے علیحدہ ہو گئے۔

سال بھر بعد پھر حضرت علامہ کا خط پہنچا۔ اس دفعہ بنگال کے دورے پر چلنا ہے تم فوراً پہنچو"۔ حضرت کے اس خط کے بعد میں اپنے تمام مشاغل اور ساری مصروفیتوں کو پس پشت ڈال کر الہ آباد پہنچا۔ بنگال کا یہ دورہ بھی دو ماہ میں مکمل ہوا۔ اس دورے میں آسنسول سے لیکر کلکتہ تک اور کلکتہ سے ادھر مارواڑی کل اور ادھر انگس یا جاپدانی تک کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں جلسے نہیں ہوئے ہوں۔ اس سفر میں بھی ہر جلسہ ہر کانفرنس علامہ ہی کی دعا پر ختم ہوا کی اور دعا کے آخری الفاظ بھی وہی ہوا کرتے "خداوندا! ہماری عمریں کاٹ کر حضور مفتیٔ اعظم کو دیدے" یہ دورہ بھی جب ختم ہو گیا تو پھر میں ان سے الگ ہو گیا۔

پھر سال بھر بعد حضرت علامہ نے مجھے گونڈہ، بستی اور بہرائچ کے سفر پر چلنے کی دعوت دی۔ اس دورے میں بھی تقریر کا عنوان اگرچہ بدلتا رہتا تھا لیکن دعا کے الفاظ ہر جگہ ایک ہی ہوتے تھے۔ "رب رحیم! ہماری عمریں کاٹ کر حضور مفتیٔ اعظم کو دیدے"۔ یہ الفاظ ادا کرتے وقت حضرت علامہ پر کبھی کبھی رقت طاری ہو جایا کرتی اور الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر وقفہ وقفہ سے ادا ہوتے اور کبھی کبھی مجمع سے پھوٹ پھوٹ کر رونے کی آواز سامعہ نواز ہوتی۔ یہ دورہ بھی جب ختم ہو گیا تو ہم لوگ پھر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر اپنی اپنی منزل کی سمت چل دئے

ع کسی نے لی رہ کعبہ کوئی گیا سوئے دیر

کئی برس کے مسلسل وقفہ کے بعد اکتوبر کے آخر ہفتہ میں الہ آباد پہنچا۔ میرا یہ سفر بالکل نجی اور پرائیوٹ نوعیت کا تھا۔ مجھے اس سفر میں الہ آباد میں ایک دو روز قیام کر کے دہلی کی طرف بڑھ جانا چاہیئے تھا۔ لیکن وہاں پہنچ کر جو منظر میری نگاہ سے گذرا اس کی دہشت ناکی آج بھی یاد آتی ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ دار العلوم غریب نواز کا اسٹاف، ماہنامہ پاسبان کا تمام عملہ اور خود حضرت خطیب مشرق کے دور و نزدیک کے بہت سارے رشتہ دار حضرت کو گھیرے ہوئے تھے میں نے پوچھا "کیا ہوا؟ کہا "درد ہے"۔ پوچھا "کہاں؟" کہا "تمام جسم میں، بلکہ تمام جسم درد ہی بن گیا ہے" پوچھا "کیسا درد ہے"؟ کہا "آہ کیسے بتاؤں کہ کیسا درد ہے، یہ ظالم درد نہ دیدنی ہے نہ گفتنی۔ بس درد ہے۔ سارا دن تڑپتا رہتا ہوں، تمام رات کراہتے گذرتی ہے۔ زندگی ایک مسلسل درد بن چکی ہے ڈاکٹر دن میں کئی بار آتا ہے۔ دوائیں کئی کئی مرتبہ بدلی جاتی ہیں۔ مگر کوئی افاقہ نہیں"۔

میرا اسکول دیوالی اور چھٹ کے موقع پر تیرہ دنوں کیلئے بند ہوا تھا۔ اور مجھے اس چھٹی میں اجمیر شریف تک سفر کرنا تھا لیکن میری ساری چھٹیاں یہیں گذر گئیں حضرت خطیب مشرق کو میں اس حال میں چھوڑ کر کیسے آگے بڑھتا، حضرت کی بیکلی دیکھ کر کئی مرتبہ آنکھوں میں آنسو آگئے، ان کا کرب و اضطراب بعض بعض موقع پر مجھے بھی مضطرب بنا یا گیا۔ رات میں جب کسی کی آہٹ ملتی، دل دھڑکنے لگتا۔ آنے والا کوئی منحوس خبر لیکر تو نہیں آ رہا ہے؟ کہیں خدانخواستہ ایسا تو نہیں ہو گیا، ویسا تو نہیں ہو گیا؟ غرض طرح طرح کے وسوسے پیدا ہونے لگتے۔ خصوصاً وہ رات اُف! وہ رات کتنی بھیانک رات تھی جس رات کو میں نے سنا کہ حضرت نے گھر کے کچھ خاص لوگوں کیلئے وصیت تک کر دی ہے۔ وہ رات میں نے دار العلوم غریب نواز کے ایک وسیع کمرے میں کس تنگی سے گذاری ہے یہ کچھ میں ہی جانتا ہوں، اللہ نہ کرے کہ ایسی رات کسی پر آئے۔

صبح جب میں حضرت علامہ کے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت علامہ اندر حویلی میں منتقل ہو گئے ہیں۔ اور اب عام لوگوں کو ان سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس خبر سے ماتھا ٹھنکا "ایسا کیوں ہوا؟" کچھ ہی دیر بعد مولانا عبد الجلیل مصباحی آئے اور انہوں نے دار العلوم غریب نواز کا لیٹر پیڈ میرے حوالے کرتے ہوئے کہا "اب حضرت علامہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ اب زیست کی کوئی امید نہیں رہ گئی دوا علاج سب بے اثر ثابت ہو رہا ہے، ان کا نالۂ سحری بھی بے اثر، فغاں صبحگاہی بھی بے سود، لیکن دعائیں کرنے کا اب بھی وقت نہیں گیا ہے۔ دعاؤں سے جاتی ہوئی زندگی ٹھہر جا سکتی ہے، دعائیں مردہ رگوں میں بھی زندگی کی حرارت بخش دیتی ہیں۔ میں نے سنا ہے، دعاؤں سے تقدیریں بھی بدل جاتی ہیں۔ نالۂ نارسا بھی رسا ہو جاتا ہے اور آہ بے اثر کو بھی تاثیر مل جاتی ہے۔ آخر خدا قادر و قیوم ہے۔ جو خدا مردہ صد سالہ کو زندگی کا جمال عطا کر سکتا ہے اس خدا کیلئے خطیب مشرق کو صحت و توانائی عطا کر دینے میں کون سی مشکل ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے اسی خدا کے لئے تو کہا ہے

؎ تو جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہرو دشت ہو سیلی زدۂ موج سراب

جس خدا کی قدرت سے انہونی بات بھی وقوع پذیر ہو سکتی ہے، جو خدا محال کو ممکن اور معدوم کو خلعت وجود عطا کر سکتا ہے اس کیلئے یہ کام نہایت آسان ہے [illegible]

بقیہ:- مفتی اعظم پر نثار ہونیوالی زندگی

علامہ کو صحت دیدے۔ لیکن تنہا میری اور آپ کی دعا سے خدا نہیں مانے گا، ہم، آپ اور گھر کے سارے لوگ تو حضرت کیلئے دعا کر ہی رہے ہیں، مگر دعائیں کہاں اثر کر رہی ہیں؟ اسلئے ضرورت ہے کہ خلقت کا ایک ہجوم حضرت کیلئے دعائیں کرے۔ اور یہ کام تبھی ہو سکتا جب آپ ملک کے اخبارات و رسائل میں حضرت کی بیماری کی اطلاع دیتے ہوئے لوگوں سے دعاء صحت کی اپیل کریں گے۔ لیٹر پیڈ میں اسی لئے آپ کے حوالہ کر رہا ہوں تمام اخبارات کو اطلاع دیدیجئے۔"

اس تجویز سے میں نے بھی اتفاق کیا میں نے فوراً قلم سنبھالا اور لکھنے بیٹھ گیا لیکن پیڈ پر سات سو الجھا ہی لکھنے کے بعد سوچنے لگا کہ اس کی ابتدا کیسے کروں۔ میرا معمول ہے کہ جب میں فکر کرتا ہوں تو آنکھیں بند کر لیتا ہوں۔ چنانچہ جیسے ہی میں نے آنکھیں بند کیں میرے پیر و مرشد حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سراپا سامنے آ گیا۔ آپ نہایت خاموشی سے میری طرف دیکھے جا رہے تھے ؎

دزدیدہ نگہ دیدن ناز نگہے
قربان نگاہ تو شوم ناز نگاہے

پیر و مرشد کی نگاہ جیسے ہی مجھ پر پڑی فوراً ہی خیال آیا۔ حضرت علامہ تو اپنی عمر ہی حضور پیر و مرشد کی نذر کر چکے ہیں، اب ان کی زندگی کی دعائیں مانگنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم حضور مفتی اعظم کی زندگی سے دستبردار ہو جائیں جو زندگی ان کے لئے نذر کی جا چکی ہے وہ ہم خدا سے واپس مانگ لیں" یہ نہیں ہو سکتا ایسا نہیں ہونے دیا جائے گا۔ میں نے قلم رکھ دیا اور وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔

حضرت علامہ کو میں جی جان سے چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر اقبال کو خدا سے زیادہ رسول محبوب تھے ؎

قوت قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی

اور اس کی توجیہہ ڈاکٹر اقبال نے یہ کی ہے کہ چونکہ خالق و مخلوق کے درمیان رسول ہی وسیلہ ہیں۔ انہی کے ذریعہ خدا کی معرفت حاصل ہوئی، انہی سے خدا کی عبادت و بندگی کا سلیقہ سیکھا، انہی سے دین ملا، دولت ایمان ملی، انہی کی وساطت سے نماز ملی، قرآن ملا اس لئے رسول خدا سے زیادہ محبوب ہونے ڈاکٹر اقبال کو جس بناء پر رسول سے حد درجہ محبت تھی اسی بنیاد پر مجھے بھی حضرت خطیب مشرق سے محبت ہونی چاہئے تھی اور الحمد للہ کہ میں اپنے اعماق قلب میں ان سے اسی درجہ کی محبت بھی پاتا ہوں، کیونکہ خطیب مشرق ہی کی صحبت و ہمنشینی میں مجھے حضور مفتی اعظم کے حلقہ اطاعت میں داخل ہونے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ انہی کی گفتگو سے متاثر ہو کر میرے گوشۂ دل میں مفتی اعظم کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کی آرزو پیدا ہوئی تھی۔ انہی کے گھر میں حضور مفتی اعظم کا دامن کرم میرے ہاتھ آیا تھا، انہی کی موجودگی میں میں نے اپنے پیر و مرشد سے سند غلامی حاصل کی تھی، حضرت خطیب مشرق نے مجھے ایسا پیر دیا تھا جو منبع مآثر بھی ہے مجمع مفاخر بھی جس نے اپنے دور کے اہل معرفت کی بھی پیشوائی کی ہے اور جو اہل شریعت کے بھی مقتدا بنے ہیں جس نے علم طریقت کے مشکلات کو بھی وا شگاف کیا ہے اور جو دقائق و نکات حقیقت کے مفصلات کی بھی وضاحت فرماتے رہے ہیں جس نے کثرت میں بھی وحدت کا جمال مشاہدہ کیا ہے، جسے وحدت میں بھی کثرت کا جمال نظر آیا ہے جس نے اگرچہ مقام استقامت پر اقامت اختیار کر رکھی ہے لیکن اس کے طائر خیال کی پرواز مقام قدس تک ہے جو افضل فقہائے امت ہے، جو اعلم علمائے سنت ہے، جو واقف اسرار شریعت بھی ہے اور رمز آشنائے حقیقت بھی خطیب مشرق کا احسان مجھے عمر بھر یاد رہے گا کہ انہوں نے مجھے ایسا پیر دیا جو عمدہ اولیا ہے، ایسے شیخ طریقت کا سراغ بتایا جو زبدۂ اصفیا ہے، لیکن حضرت خطیب مشرق کیلئے دعائے صحت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اپنے پیر و مرشد کی طرف سے صبر کر لوں۔ خطیب مشرق کیلئے میں اس پھول کو کیسے ہاتھ سے جلنے دوں جو پھول نازش چمن ہے، جو جان چمن بہار چمن ہے، بھلا چمن کی زینت، چمن کی آبرو بھی ضایع کی جاتی ہے، کوئی رونق بہار سے بھی نظر پھیرتا ہے۔ مجھ سے دعا نہیں کی جائے گی۔ میں کسی کو دعا کیلئے کہہ بھی نہیں سکتا۔ میں نے لیٹر پیڈ سامنے سے ہٹا دیا اور اس محفل سے اٹھ آیا۔

لیکن محبوبان خدا تو دل کی دھڑکنوں کو بھی سنتے ہیں ان کی نگاہ نہاں خانۂ دل میں پرورش پانے والے عزائم پر بھی جاتی ہے، وہ دل کی امنگوں اور آرزوؤں سے بھی واقف ہوتے ہیں، اور دل کے میلانات و رجحانات کی بھی انہیں آگہی ہوتی ہے، حد یہ ہے کہ وہ جذبات و احساسات پر بھی نظر رکھتے ہیں اور وجدان و شعور بھی ان کے خطۂ علم میں ہوتا ہے، ایسی ہمہ آگاہ شخصیتوں سے بھلا یہ بات کیسے چھپی رہ سکتی ہے کہ ان کا ایک نیاز مند بستر علالت پر زندگی کی آرزو میں مر رہا ہے اور موت با ہزاراں جاہ و جلال اس کا تعاقب کر رہی ہے!

حضور مفتی اعظم اللہ کے ولی اور برگزیدہ شخصیت ہیں، ان سے یہ بات کیسے مخفی رہ سکتی تھی کہ حضرت خطیب مشرق موت کے شکنجے میں ہم ۴ ہیں موت کا جادو ان پر چلتا ہی جا رہا ہے وہ اپنے وارفتہ محبت کو اپنے جیتے جی موت کے جنگل میں کیسے جانے دیتے؟ اپنے دیوانہ کی بیکلی ان سے دیکھی نہ گئی، انھوں نے خطیب مشرق کا قرض اتار دینے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ زندگی جو حضرت خطیب مشرق کی پیش کردہ تھی انھوں نے واپس کر دینے کی ٹھان لی۔ وہ جو جہان تجرید پر بھی سلطانی کرتا ہے، جس نے ایوان تفرید پر بھی حکمرانی کی ہے، جس کی ہمت بلند مقام درخواست سے بھی پرے ہے، جو اولیائی اہل تصرف کا بھی مقتدا ہے، جو شائخ اہل تصوف کا بھی پیشوا رہا ہے، وہ خطیب مشرق کی ڈوبتی ہوئی زندگی پر کب تک جیتا، اس نے فیصلہ کر لیا کہ خود مر کر خطیب مشرق کو زندگی بخش دے گا۔ اور اس نے ایسا ہی کیا بھی۔ اس نے حیات مستعار کو خیرباد کہہ دیا اور دنیا کی اس بھری محفل سے چپکے سے اٹھ گیا ؎

نیست پروائے عدم دل زدہ ہستی را
از قفس مرغ بہ پرواز رود بستان است

جو لوگ حضور مفتی اعظم کے تیجہ میں شرکت کرنے کیلئے آئے ہوئے تھے ان کی تعداد کم و بیش دو لاکھ تھی، اور اس دو لاکھ کے مجمع نے ایک ساتھ بارگاہ رب العزت میں دعا کی: خداوندا! خطیب مشرق کو صحت دیدے۔ یہ بھی حضور مفتی اعظم ہی کا تصرف تھا کہ دعا کے یہ الفاظ انہی کے گھر سے بلند ہوئے اور باب اجابت تک پہنچے۔ حضرت خطیب مشرق کو صحت اور زندگی دونوں تو واپس مل چکی ہے خدا کرے کہ ہنستی زندگی انہیں راس آئے۔

نذرانہ عقیدت ۷۸۶/۹۲

از:- ابن العطا نعمانی پوکھریری

مقتدائے اہلسنت وہ امیر کاروان ‏ ‏ رہبر دین متین امت کا جو تھا پاسبان
مسلک احمد رضا کا تھا وہی روح رواں ‏ ‏ وارث علم نبی تھا اور انیس بیکساں

آہ صد افسوس وہ سوئے جناں جاتا رہا
چھوڑ کر ہم سب کو وہ گریہ کناں جاتا رہا

واقف اسرار تھا رمز آشنائے یار تھا ‏ ‏ عشق محبوب خدا میں مست تھا سرشار تھا
کون جانے وقت کا اخیار تھا ابرار تھا ‏ ‏ علم و فضل و آگہی کا واقعی سردار تھا

آہ صد افسوس وہ سوئے جناں جاتا رہا
چھوڑ کر ہم سب کو وہ گریہ کناں جاتا رہا

پیکر اخلاق تھا، پتلا تھا وہ ایثار کا ‏ ‏ ہر گھڑی مشتاق تھا محبوب کے دیدار کا
اب علاج درد دل ہوگا دہیں بیمار کا ‏ ‏ کیوں نہ ہو بیمار تھا وہ سید ابرار کا

آہ صد افسوس وہ سوئے جناں جاتا رہا
چھوڑ کر ہم سب کو وہ گریہ کناں جاتا رہا

سونا سونا آج مظہر اور منظر ہو گیا ‏ ‏ کس قدر غمگین ریحان اور اختر ہو گیا
موت عالم موت عالم کا یہ منظر ہو گیا ‏ ‏ اہلسنت کیلئے واللہ محشر ہو گیا

آہ صد افسوس وہ سوئے جناں جاتا رہا
چھوڑ کر ہم سب کو وہ گریہ کناں جاتا رہا

اک نگاہ فیض نے کمتر کو اعلیٰ کر دیا ‏ ‏ خاک کے ٹکڑے کو ہمدوش ثریا کر دیا
طالب صادق کو برتر اور بالا کر دیا ‏ ‏ جو ملا ان سے اسے اللہ والا کر دیا

آہ صد افسوس وہ سوئے جناں جاتا رہا
چھوڑ کر ہم سب کو وہ گریہ کناں جاتا رہا

آسماں تری لحد پر شبنم افشانی کرے ‏ ‏ غنچۂ نورستہ اس گل کی نگہبانی کرے
خوابگاہ حضرت نوری کو نورانی کرے ‏ ‏ ایں دعا از جملہ عالم اور نعمانی کرے

آہ صد افسوس وہ سوئے جناں جاتا رہا
چھوڑ کر ہم سب کو وہ گریہ کناں جاتا رہا

کہ تاریخ کا ایک عجیب واقعہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی وفات کے بعد ...

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ اور ان کے بعض تصنیفی کارنامے

از:- اِفتخار احمد قادری الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

۱۳ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۱ر نومبر ۱۹۸۱ء بروز بدھ شب میں ایک بج کر ۴۰ منٹ پر اہل سنت وجماعت کے فکری وروحانی مرکز بریلی شریف کی مرکزی شخصیت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے اس دار فانی کو الوداع کہا۔ آپ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی آخری یادگار بھی تھے اور مسلمانوں کے امام اور پیشوا بھی۔ تمام اہلسنت کے مرجع بھی تھے اور کروڑوں افراد کے پیر ومرشد بھی، وہ مصلح امت بھی تھے اور ان کے چارہ ساز بھی، اہل سنت کی آنکھوں کے نور بھی تھے اور ان کے عماد بھی، پوری جماعت اہلسنت کے پدر شفیق بھی تھے اور سرپرست اعلیٰ بھی آپنے جماعت اہل سنت کو داغ مفارقت کیا دیا کہ پوری جماعت یتیم ہو گئی۔ ہندستان کے اہل سنت ہی نہیں بلکہ بہت سارے ممالک کے لوگ بھی سوگوار ہوئے مگر نہیں وہ اللہ کے ولی تھے بظاہر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ وہ زندہ ہیں ان کا فیض آج بھی جاری ہے اور کل بھی رہے گا۔ جیسے کل وہ اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے پوری دنیا کے اہل سنت کی رکھوالی کرتے تھے، آج بھی وہ اپنی برزخی جلوہ گاہ میں جلوہ گر رہ کر بھی ہم سب پر نظر رکھیں گے۔ وہ ایک سچے عاشق رسول اور مداح نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کے نعتیہ اشعار میں سوز بھی ہے اور درد بھی، جذبات کی صداقت بھی ہے اور معانی کی لطافت بھی، یہ سب کچھ ہوتے ہوئے وہ ایک عظیم محقق اور مصنف بھی ہیں، ان کی تحریر میں ان کے والد جلیل امام احمد رضا قدس سرہٗ کے اسلوب کی جھلک اور ژرف نگاہی نظر آتی ہے، تحقیق کا کمال بھی نظر آتا ہے اور تدقیق کا جمال بھی، فتاویٰ کی جزئیات پر عبور کا جلوہ بھی نظر آتا ہے اور علامہ شامی کے تفقہ کا انداز بھی۔ تصانیف میں امام غزالی کی تحقیق اور امام رازی کی تدقیق اور امام سیوطی کی تلاش وجستجو کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ آپ کی بعض تصانیف کا اجمالی تعارف ملاحظہ ہو۔

(۱) وقعات السنان

یہ کتاب ۱۳۳۰ھ میں مکمل کی گئی اس کا دوسرا ایڈیشن مطبع اعلیٰ پرنٹنگ پریس بریلی میں شائع ہوا تھا۔ اس کے اندر مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب کی کتاب بسط البنان پر اور مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس پر بھرپور تنقید کی گئی ہے اس کے اندر تھانوی صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں سے ایک سو تیس ۱۳۰ سوالات کئے گئے ہیں یہ سوالات کتاب الکاوی فی العاوی والغاوی اور القسور القسور علی ... القسم القاسم لقذ القاسم ۱۳۲۸ھ اور اشد الباس علی عابد الخناس (جو تحذیر الناس کا ردہے) اور نور الفرقان بین جند الالٰہ واحزاب الشیطان وغیرہ سے ماخوذ ہیں یہ سوالات مسلک دیوبند پر بھرپور وار ہیں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے جو گرفتیں فرمائی ہیں وہ بڑی مضبوط ہیں۔ یہی وہ وار ہیں جنہیں نیزہ کی مار کا عنوان دیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ سوالات بذریعہ رجسٹری جناب تھانوی صاحب کے پاس بھیجا گیا جس کا جواب آج تک سامنے نہ آسکا۔ انداز سوال ملاحظہ ہو۔

سوال اول

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جو قرآن عظیم میں منصوص اور مسلمانوں کے ضروریات دین سے ہے، صرف یہ لفظ ضروریات سے ہے معنی کچھ گڑھ لیجئے یا ان کے کوئی معنی ضروریات سے ہیں بر تقدیر ثانی وہ معنی کیا ہیں۔

(۲) الموت الاحمر

یہ کتاب ۸ر صفر المظفر ۱۳۳۷ھ کو پایۂ تکمیل کو پہنچی اس کا ایک ایڈیشن ۱۳۹۴ھ میں مکتبۃ الحبیب سے طبع ہوا جو ہمارے پیش نظر ہے اس میں مسلک دیوبند پر بھرپور نقد وتبصرہ کیا گیا ہے اور حق کی حقانیت کو واشگاف کیا گیا ہے اور مذہب دیوبند پر بڑے ٹھوس اعتراضات اور مضبوط مواخذے کئے گئے ہیں۔ اس کے اندر کل ۸۰ سوالات ومواخذات ہیں۔ ۳۰ بحث اول میں ۱۰ بحث دوم میں ۲۰ بحث سوم میں اور ۲۰ تذییل ہیں۔ مسئلہ خاتمیت محمدی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر فقہی کی بحثیں بھی نہایت تحقیق کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

عقائد دیوبند سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ معاذ اللہ رب عز وجل کا جھوٹا ہونا ممکن ہے۔ مولوی اسمٰعیل نے دلیل یہ دی ہے کہ آدمی تو جھوٹ پر قادر ہے۔ خدا قادر نہ ہو تو آدمی کی قدرت اس سے بڑھ جائے (اس عقیدہ کا اور مدلل ومفصل رد "سبحٰن السبوح" از امام احمد رضا، میں ملاحظہ ہو) حضرت مصنف فرماتے ہیں "مولانا غلام دستگیر صاحب مرحوم نے اس پر نقض کیا کہ یوں تو تمہارے خدا کا چوری کرنا اور شراب پینا بھی ممکن ہو جائے کہ آدمی چور اور شرابی ہو سکتے ہیں۔ خدا سے نہ ہو سکے تو آدمی سے قدرت میں گھٹ جائے ـــــ اس پر دیوبند کے بڑے معتمد مولوی محمو[illegible] دیوبندی نے ضمیمہ اخبار نظام الملک ۲۵ر اگست ۱۸۸۹ء میں صاف چھاپ دیا کہ

"چوری شراب خوری جہل ظلم سے معارضہ کم فہمی معلوم ہوتا ہے۔ غلام دستگیر کے نزدیک خدا کی قدرت بندہ سے زائد ہونا ضروری نہیں حالانکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے جو مقدور العبد ہے مقدور اللہ ہے ـــــ"

اس پر مصنف حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا تیور اور ان کی گرفتیں ملاحظہ ہوں۔

یہ تو آنکھیں بند کرکے کہہ ہی بھاگے اور آپ تھانوی صاحب ظاہری وغیرہ جس دیوبندی یا کسی قسم کے وہابی سے پوچھئے یہی کہے گا ورنہ امام الطائفہ کی دلیل کیسے بنائے گا کیا اسے گمراہ بد دین ٹھہرائے گا۔ اس نے یہ کہہ کر اپنے معبود کو تمام ذلتوں، خواریوں، ناحق عیبوں گھنونی باتوں کا قابل بتایا ہے۔ اب ان کے خدا کو جوف دار کھوکھلا ہونا تو امکان شراب خواری سے ظاہر انسان کا شراب پینا یہی ہے کہ باہر سے شراب اپنے جوف میں داخل کرے ان کا خدا اگر کھوکھلا نہ ہوگا اس پر قادر نہ ہوگا تو قدرت انسانی سے گھٹ رہے۔ رہے کروڑوں خدا وہ یوں سمجھئے، فرمایئے چوری کیا ہے۔ پرائی ملک بے اس کی اجازت کے اس سے چھپا کر لے لینا اپنی ملک کسی کے پاس سے لینے کو بچے پاگل کے سوا کوئی چوری کہہ سکتا ہے اور نہ کبھی تو یہ صورۃً چوری ہوگی نہ حقیقۃً اور آدمی حقیقی چوری پر قادر ہے جس کا نفس وجود بے ملک غیر عقلاً ناممکن وناتصور ومحال بالذات بحکم الاقتضاآت تو چند باتیں قطعاً ثابت ہوئیں۔

(۱) بعض اشیاء خدا کی ملک سے خارج اور دوسرے کی ملک مستقل ہوں جب تو یہ چوری کر سکے گا (۲) وہ دوسرا مستقل خدا ہے کہ اگر تقریر تحذیر الناس کے طور کا خدا بالعرض ہوا تو مالک بھی بالعرض ہوگا اور اس چیز کا بھی مالک بالذات پھر اللہ واحد قہار رہے گا اور چوری ناممکن ہوگی۔ (۳) جب وہ دوسرا مستقل خدا ہے تو ازلی ابدی ہوگا یہ نہیں کہ امکان سرقہ (چوری) کے لئے اس کا امکان کفایت کرے اور بالفعل موجود نہ ہو کہ خدا کا وجود واجب ہونا لازم نہ کہ محض ممکن (۴) انسان لاکھوں، کروڑوں اشخاص کی چوری کر سکتا ہے خدا اگر ایک ہی کی چوری کر سکے زیادہ پر قادر نہ ہو تو انسانی قدرت سے پھر گھٹ رہے۔ لہٰذا واجب کہ لاکھوں کروڑوں ازلی ابدی خدا موجود واجب الوجود ہوں تو قطعاً ثابت ہوا کہ دیوبندیہ وہابیہ کروڑوں کروڑوں خداؤں کے پجاری ہیں۔ ہے تھانوی وغیرہ کسی دیوبندی یا وہابی میں دم کہ اس کا جواب لاسکے کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ط الحمد للہ اوّلاً واٰخراً

(۳) ادخال السنان

یہ بسط البنان کا دوسرا رد وجواب ہے۔ اس کے بارے میں خود حضرت مصنف علیہ الرحمۃ "الموت الاحمر" میں تحریر فرماتے ہیں :-

"اس میں آپ (تھانوی صاحب) سے ایک سو ساٹھ قاہر سوال ہیں۔ ہر دہابیہ پر ایک سو ساٹھ جبال ہیں چھ سال ہوئے کہ آپ تھانوی صاحب ظاہری (براہ راست خطاب میں تھانوی صاحب ظاہری اور بالواسطہ خطاب میں تھانوی صاحب باطنی لکھا گیا ہے) کے یہاں رجسٹری شدہ گیا ہے اور آج تک بحمد اللہ تعالیٰ لاجواب ہے۔"

(الموت الاحمر ص۱۲ مطبوعہ مکتبۃ الحبیب نمبر ۱۴۰ اترسوئیا الٰہ آباد)

(۴) فتاویٰ مصطفویہ

بریلی شریف کے مسند افتا سے ماضی قریب میں جتنے فتاویٰ صادر ہوئے ہیں شاید ہی کسی اور جگہ سے اتنے فتاوے لکھے گئے ہوں۔ آپ کے والد ماجد امام الفتاویٰ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے ساتھ ساتھ کئی

پشتوں سے لوگ مرجع فتاویٰ رہے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے تو اپنی زندگی کے تقریباً پچاس سال فتاویٰ صادر کرنے ہی میں گذارا۔ دنیا کے گوشے گوشے سے احکام اسلام سے متعلق سوالات پہنچتے اور آپ ان کا تشفی بخش اور تحقیقی جواب قلم بند فرماتے۔ صرف امام احمد رضا قدس سرہٗ کے قلم سے لکھے جانے والے فتاویٰ سے ایک ایک ہزار کی بارہ جلدیں بن گئی ہیں جن میں سے ۸ جلدیں شائع بھی ہو چکی ہیں ان کے علاوہ فتاویٰ کی تعداد بھی عظیم ہے۔ اس طرح فتویٰ نویسی کی خدمت حضور مفتئ اعظم ہند قدس سرہٗ کو ورثہ میں ملی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے بعد اس مسند سے سب سے زیادہ فتاویٰ صادر کرنے والی شخصیت حضرت مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمۃ ہی کی ہے۔ ممالک عرب، امریکہ، افریقہ، یورپ اور برصغیر کے گوشے گوشے سے آئے لاکھوں سوالات کے شرعی جوابات آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ آپکے فتاویٰ کی ایک جلد فتاوی مصطفویہ کے نام سے مکتبہ رضا بیلپور پیلی بھیت یوپی سے شائع بھی ہو چکی ہے۔ دوسری جلدیں بھی عن قریب شائع ہونے والی ہیں۔

(۵) طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد

یہ رسالہ ۱۳۴۱ھ میں حضور مفتئ اعظم ہند نے تحریر فرمایا اس کا خطبہ عربی میں ہے اور طویل ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی فصیح و بلیغ ہے عربی ادب کا ذوق رکھنے والا محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ خطبہ کا ایک جملہ ہے۔

وحرم علی عبادہ موالاۃ سائر الکفار المشرکین ط	اور جس نے اپنے بندوں پر کفار و مشرکین سے تعلق و دوستی حرام فرمائی

اس سے رسالہ کے مضمون کی طرف اشارہ ملتا ہے اسے اہل بدعت کی اصطلاح میں براعت استہلال کہا جاتا ہے۔ اسی رسالہ میں اہل کفر و شرک سے محبت و مودت اور وداد و اتحاد کی حرمت بتائی گئی ہے اور اہل ایمان کو بڑے جوش و محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اور احساس کمتری کے شکار مسلمانوں کو ان کا صحیح مقام و منصب بتایا گیا ہے کہ اگر سچے پکے اور حقیقی مسلمان بن جائیں تو انہی کے لئے سربلندیاں ہیں مسلمان کسی کے دست نگر نہ بنیں اور رب تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ رکھیں اور اس کے احکام پر عمل کریں اسی میں ان کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اس میں حضرت مصنف نے مسلمانوں کو ان کی پچھلی تاریخ یاد دلائی ہے کہ اے مسلمانو! پہلے تم کیا تھے اور اب کیا ہو گئے ہو۔ اور یہ جو کچھ بھی ہوا وہ تمہارے کرتوتوں کے سبب ہوا ہے وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر ہدایتوں اور نصیحتوں کو قرآن و احادیث سے مدلل کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ مبارکہ طرق الہدا الخ جو باعتبار حجم بہت مختصر مگر نہایت مدلل و جامع ہے مخالفین کے زعم باطل اور خیال عاطل اور وہم فاسد و کاسد کا قامع ہے (رسالہ ہذا ص۲۵ مطبوعہ فیض منبع سنی بریلی محلہ سوداگران)

(۶) حاشیہ و شرح الاستمداد علی اجیال الارتداد

(مطبوعہ گلزار عالم پریس لاہور ـــــ پاکستان)

الاستمداد تین سو ساٹھ اشعار پر مشتمل اردو میں ایک قصیدہ ہے جسے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے نظم فرمایا ہے۔ ان اشعار پر حواشی اور ان کی شرح حضرت مفتئ اعظم ہند قدس سرہٗ کے قلم سے ہے۔ اس مجموعہ کے تعارف اور شرح کے بارے میں خود حضرت شارح مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:-

> یہ سلیس اردو زبان ہلکی بحر روشن بیان میں تین سو ۳۶۰ ساٹھ شعر کا ایک مبارک قصیدہ ہے ۳۵ میں نعت والا ہے باقی میں عموماً وہابیہ اور خصوصاً دیوبندیہ کے دو سو تین اقوال کفر و ضلال کا نمونہ ہے۔ حاشیہ پر ان کی چھپی ہوئی کتابوں سے بحوالہ صفحہ عبارات نقل کر دی ہیں عام بھائیوں پر آسانی کے لئے فارسی عبارتیں ترجمہ سے لکھی ہیں جس کا جی چاہے، ان کتابوں سے مطابقت کر دیکھے۔ جو بیان طالب تفصیل ہے اس کے لئے آخر میں تکمیل ہے آپ کا ایمان آپ کو بتا دیگا کہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں جن کے یہ عقیدے یہ اقوال ہیں وہ اللہ جل و علا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دشمن ہیں یا دوست ان کے دلوں میں اسلام کا مغز ہے یا پوست جو نہ دیکھے یا دیکھ کر انصاف نہ کرے اس کا حساب اللہ واحد قہار کے یہاں ہے اور جو دیکھے اور اللہ جل وعلا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت سامنے رکھ کر جانچے تو بحمد اللہ حق آفتاب سے زیادہ عیاں ہے۔ فضول قصوں ناولوں کی نظمیں، نثریں دیکھتے پڑھتے گھنٹے گزریں یہ بھی ایک مزہ دار نظم ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے زینت بزم ہے قیامت قریب ہے اللہ حسیب ہے اس کا ثواب عظیم اور عذاب شدید ہے۔ دین کو جھگڑا سمجھنا مسلمانوں کی شان سے بعید ہے تنہا یا دو دو اطمینان سے انصاف و ایمان سے دو تین بار سچے دل سے یا ایک ہی نگاہ دیکھ تو لیجئے مگر یوں کہ صاف بات میں نہ ایچ پیچ کی حاجت نہ اللہ جل و علا و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل کسی کی رعایت۔
>
> (مقدمہ الاستمداد ص۲،۳)

یہ حضور مفتی اعظم ہند کے متبرک کلمات تھے۔ زبان بھی کتنی رواں اور شستہ ہے اور ان میں مسلمانوں کے لئے محبت و شفقت کے جذبات فراواں بھی کس قدر موجزن ہیں۔

ان فتاوی اور تصانیف کی روشنی میں حضور مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمہ ایک عظیم فقیہ اور جلیل القدر محقق اور باکمال مصنف کی حیثیت سے نمایاں طور سے دیکھے جا سکتے ہیں آپ کے تدبر کی غیر معمولی اہمیت ہی کے باعث دنیائے سنیت نے آپ کو مفتئ اعظم ہند کا خطاب عطا کیا جو اب آپ کا علم بن چکا ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

پٹنہ میں عالمی اسلامی کانفرنس

لندن: ۲۵ نومبر کو اسلامک سنٹر لیسٹر میں ورلڈ اسلامک مشن کے اراکین کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں ۸۲ء میں پٹنہ میں منعقد ہونے والی اسلامی کانفرنس سے متعلق مسائل پر غور کیا گیا اور اس سلسلے میں علامہ ارشد القادری نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن کی کوششوں کو سراہا گیا اور متفقہ طور پر طے پایا کہ پٹنہ کی عالمی کانفرنس میں علماء برطانیہ کا ایک وفد شریک ہوگا جو دنیا کے مختلف ملکوں میں خاص طور پر برّ اعظم یورپ میں مسلمانوں کے درپیش مذہبی مسائل پر تجاویز پیش کرے گا۔

قمر الزماں اعظمی

سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن

(روزنامہ آزاد ہند کلکتہ ۳ دسمبر ۸۱ء)

چودہ سو سالہ جشن کی تیاریوں کے سلسلے میں علامہ ارشد القادری کے نام مولانا شاہد رضا کا خط

مخدوم گرامی وقار زیدت مکارمکم العالیہ — سلام مسنون

چند احباب کے خطوط سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہونے والی کانفرنس کے لئے چند علاقوں میں کافی جوش و ولولہ ہے۔ لیکن ہندوستان گیر پیمانے پر کسی تحریکِ بیداری کا مژدہ سننے کے لئے دل بے قرار ہے۔

جہاں تک انگلینڈ اور دیگر یوروپی ممالک وعرب ممالک سے وفود کے انتخاب اور ان کے انڈیا پہنچنے کی تیاریوں اور ذمہ داریوں کا سوال ہے ہم لوگوں سے جو کچھ ممکن ہوگا ضرور کریں گے۔ لیکن اس کے لئے ہمیں کافی پہلے سے تمام پروگرام کی تفصیل معلوم ہونی چاہئیے۔ اگر بہت مختصر سا وقت ملا تو ہم اپنی تمناؤں کے مطابق اپنا تعاون پیش نہ کر سکیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ یمن، شام، مصر، قبرص، عراق۔ ہالینڈ، انگلینڈ وغیرہ کی نمائندگی کے لئے ہم یہاں سے ہی وفود کی تشکیل اور ان کی روانگی کا سارا انتظام کریں گے۔ ناروے، مغربی جرمنی، فرانس سے بھی رابطہ قائم کیا جا رہا ہے ـــــ آپ کے توسط سے ہم اپنے تمام علماء و مشائخ کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہماری تمام تر کوششیں اور نیک خواہشات آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ حضرات سرزمین ہند پر جس تاریخی اجتماع کی بے مثال کوشش کر رہے ہیں، اس میں مجھے اور علامہ قمر الزماں اعظمی کو اپنے شانہ بہ شانہ محسوس فرمائیں گے۔ امید ہے کہ علامہ اعظمی کانفرنس کی تیاریوں میں سرگرم حصہ لینے کے لئے کافی پہلے سے ہی انڈیا پہنچ جائیں گے اور میں یہاں رہ کر ہی کام کروں گا اور عین کانفرنس کے موقع پر یہاں کے مندوبین کو لے کر پہنچوں گا۔ آپ کے خط کا شدید انتظار رہے گا۔ والسلام

شاہد رضا جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن (شاخ برطانیہ) لسٹر

مفتی اعظم ہند کا سفر آخرت

از
غلام صابر قادری

گیارہ نومبر کا دن ختم ہو کر جو رات آئی وہ اپنے دامن میں مسلمانان عالم اور خصوصاً مسلمانان ہند کے لئے غم واندوہ کا سامان لے کر آئی اور جب گھڑی کی سوئی ایک بجا کر چالیسویں منٹ پر پہنچی تو بریلی میں علم ودانش کا ایک روشن چراغ گل ہو گیا زہد وتقوی مجاہدہ وریاضت کا آفتاب موت کے سیاہ بادلوں میں روپوش ہو گیا۔ رشد وہدایت اور اخوت وانسانیت کا ایک علم بردار موت کی آغوش میں سو گیا اور ایک عاشق رسول اپنے مالک کے جوار رحمت میں پہنچ گیا۔

"بڑے مولوی صاحب کا دیہانت ہو گیا" "مفتی اعظم ہند کا انتقال ہو گیا" "اعلی حضرت ثانی پردہ فرما گئے" —— یہ تھی وہ آواز جو بلا تخصیص مذہب و ملت کے افراد کی زبان پر گلی گلی محلہ محلہ کوچہ کوچہ گونج رہی تھی اور بجلی کی طرح اطراف وجوانب میں پھیل رہی تھی اور صبح ہوتے ہوتے در و دیوار اسی آواز سے گونج رہے تھے۔ ہر زبان آہ بار تھی ہر آنکھ اشک ریز تھی۔ جو شخص جوان، بوڑھا، بچہ یہ آواز سنتا اپنا رخ محلہ سوداگران کی طرف موڑ دیتا صبح ہوتے ہوتے یہ خبر آل انڈیا ریڈیو، ریڈیو پاکستان، بی بی سی اور دیگر ریڈیو نشریوں نے عالم اسلام اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دی پھر کیا تھا تمام دنیا سے تعزیتی تار دوڑنے لگے اور صاحب نسبت وعقیدت لوگ بریلی کی طرف دوڑ پڑے اور دیکھتے دیکھتے دو دن کے اندر بریلی ٹھاٹھیں مارتے ہوئے انسان کے سمندر میں ڈوب گیا۔ کوئی گلی کوئی سڑک ایسی نہ تھی جہیں تل رکھنے کو بھی جگہ ہوتی۔

یہ اعلان ہوتے ہی کہ نماز جنازہ جمعہ کے دن تین بجے سہ پہر کو اسلامیہ کالج کے عظیم میدان میں ہوگی تمام دنیا سے مختلف ممالک کے نمائندے اور مسلمانوں کے اکابرین جوق در جوق بریلی آنا شروع ہو گئے۔ ان میں مشرق وسطی کے اکابرین اسلام سرکاری نمائندے، اسلامی تنظیموں کے سربراہان ہوائی جہاز سے آنے لگے۔ دہلی اور بمبئی کے ہوائی اڈوں پر غیر ممالک سے آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ حکومت نے بریلی ہوائی اڈہ پر بمبئی اور دہلی سے آنے والے جہازوں کو اترنے کی مخصوص اجازت دیدی، بسوں، کاروں اور اسپیشل ٹرینوں سے قافلہ در قافلہ لوگ بریلی پہنچنے لگے۔ غرض ایک محتاط اندازے کے مطابق بعد نماز جمعہ کے مطابق بریلی میں لگ بھگ بیس لاکھ انسانوں کا سمندر موجیں مار رہا تھا۔

حجۃ الاسلام مفتی اعظم ہند ابو البرکات محی الدین مولانا مصطفی رضا خاں جن کی عمر ۹۲ سال تھی اور جو اس نامور باپ کے فرزند تھے جن کے علم وفضل دانش وحکمت اور زہد وتقوی کے آگے عرب وعجم بھی سپر انداز تھے اور جن کے تبحر علمی کا شہرہ حدود ہندستان سے نکل کر عرب وعجم مصر وافریقہ کے کونے کونے میں پھیلا تھا اور جسے ارباب ودانش اہل نظر ودل اعلی حضرت مجدد زمانہ مائۃ حاضرہ فاضل بریلوی جیسے القاب وخطابات سے پکارتے تھے۔ جن کا اسم گرامی مولانا احمد رضا خاں تھا اور وہ زبردست بلند مرتبہ عاشق رسول تھے۔

مفتی اعظم مولانا مصطفے رضا خاں کے علم و فضل زہد وتقوی، دانش وتدبر کا شہرہ بھی عالم دنیائے اسلام میں پھیلا تھا۔ انہوں نے فقہ، حدیث، علم الکلام، تفسیر وغیرہ مختلف مضامین میں سو سے اوپر کتابیں تصنیف کی ہیں جو مباحث و معارف میں سند کی حیثیت رکھتی ہیں اور علمائے عالم نے جن کے معیار وحقیقت کا لوہا مانا ہے۔

مفتی اعظم نہایت منکسر المزاج، نیک سیرت، بلند کردار، خوب صورت اور خوش قامت انسان تھے۔ نہایت وجیہہ پر جلال اور پرکشش کے مالک تھے۔ چہرہ پر گول حلقہ دار خوبصورت سفید داڑھی، گورا رنگ اکہرا بدن۔ نورانی چہرہ، چوڑی پیشانی، لبوں پر تبسم رقصاں، سفید شرعی پاجامہ لمبا سفید کرتا، سر پر سفید عمامہ اور کندھوں پر سفید رومال گفتگو میں جادو، بیان میں حلاوت، کلام میں لطافت جدھر سے گذرتے تھے معلوم ہوتا تھا نور کا ایک پیکر روشنی کا ایک ٹکڑا جا رہا ہے۔ ممکن نہ تھا کہ کوئی انکو دیکھتا اور دوڑ کر دست بوس نہ ہو جاتا کوئی بھی ہو، کسی ذات یا مذہب کا ماننے والا ہو انپر پروانہ وار نثار ہو جاتا تھا۔

آپ ہر وقت اتباع شریعت کا خاص لحاظ رکھتے تھے آپ کا کوئی قدم خلاف شریعت نہ اٹھتا تھا جس کے متعدد واقعات ہیں۔ اس کی ایک ادنی مثال یہ ہے کہ انہوں نے کئی حج کئے اور ممالک غیر کا سفر بھی کیا مگر کبھی پاسپورٹ یا فوٹو نہیں لگایا اور کسی حکومت نے ان کو فوٹو نہ لگانے پر اعتراض نہ کیا اور بغیر پاسپورٹ ان کو اجازت دے دی آپ نے سہواً بھی اپنا فوٹو نہیں کھنچوایا۔

آپ سلسلہ قادریہ کے پیر و تھے اور آپ اپنے عزیز اور نامور والد کے خلیفہ ومجاز تھے جن کا تعلق بیعت مارہرہ شریف کی خانقاہ قادریہ سے تھا آپ کے مریدین کی تعداد عالم اسلام میں لگ بھگ ڈیڑھ کروڑ ہے اور آپ کے خانقاہ بھی ادا کرتے ہیں جو ترویج دین اور اشاعت اسلام میں دنیا کے کونے کونے میں منہمک ومشغول ہیں۔

جمعہ کے دن ۱۳ر نومبر ہی کی صبح سے کافی لوگ اسلامیہ کالج کی عظیم فیلڈ میں نماز جنازہ کے لئے صف آرا ہونا شروع ہو گئے۔ ٹھیک گیارہ بجے جنازہ مبارک خانقاہ رضویہ سے اٹھا اور اسلامیہ کالج کی طرف رواں دواں ہو گیا تنگ گلیوں سے نکل کر چوڑی سڑک پر جنازہ کو کھلے ہوئے ٹرک پر جو پھولوں سے آراستہ تھا رکھا گیا اور دونوں جانب میں بڑے بڑے بانس لگا کر کندھے دینے کی سعادت کو آسان کر دیا گیا۔ جلوس کے ساتھ سوگواروں کا ایک عظیم الشان بحر بیکراں رواں دواں تھا۔ صبح ہوتے ہی بریلی کی ہر سڑک، ہر گلی، ہر بازار میں ٹرانک معطل کر دی گئی تھی تاکہ زائرین اور جنازے کو نکلنے میں کوئی دقت نہ پیش آئے۔ شہر کے جملہ کوچہ بازار، تجارت روزگار منڈیاں صرافے، دفاتر، کچہریاں، بینک، رکشے سواریاں چائے خانے سب بند تھے۔ دوسرے مضافات مثلاً پیلی بھیت شاہ جہاں پور، بدایوں، بلدوانی وغیرہ سے بھی کاروبار اور بازاروں کے بند ہونے کی اطلاعات ملی ہیں۔ جنازے کی گذرگاہ کی بلند عمارت کی کوئی چھت ایسی نہ تھی جس پر لوگوں اور عورتوں کا ازدحام نہ ہوتا۔ حتی کہ کوئی درخت بھی لوگوں سے خالی نہ تھا۔ حکومت ہند کی طرف سے ان کے نمائندے اور حکومت یوپی کی طرف سے مسٹر رام سنگھ کھنا اور بریلی عوام کی طرف سے بیگم عابدہ احمد نے جسد مبارک پر پھول چڑھائے۔ پاکستان سعودی عرب مصر کویت، فلسطین، نائجیریا، سوڈان کے عوامی دینی اور سرکاری نمائندوں نے جسد مبارک پر گل پوشی کی جنازے کا جلوس مقررہ راستے سے گذرتا ہوا

"... بجے سہ پہر اسلامیہ کالج گراؤنڈ [illegible] ... اور [illegible] ... [illegible] ... مذہب وملت کی تفریق کے بغیر [illegible] ... اور اس طرح ملت کا آفتاب ... رات میں اپنے نامور باپ کے پہلو میں مدفون ہو گیا۔ رات بھر اور دوسرے روز دن بھر لوگ آ آ کر عقیدت پیش کرتے رہے۔ ... مجلس سوئم ہوئی جس میں ایک لاکھ قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب کیا گیا۔ ... سوم ہوا اور تین دن میں ایک لاکھ ... ایک لاکھ ختم قرآن ... ایصال ثواب پڑھے گئے۔ ... ہے —— مسلمانوں کے ساتھ ... نے بھی اپنے بھائیوں کے غم میں ... سکھوں کے گرودوارے سے ایک کوئنٹل چاول اور ... بڑے بڑے کڑھاؤ چڑھا دیئے اور پوریاں پکا کر اپنے بیرونی مسلمان بھائیوں کو کھانا کھلایا۔"

(روزنامہ آزاد ہند کلکتہ)

"وقت کا ادہم کی موت"

از
محمد داؤد طالب بھاگلپوری
میکلو جامع مسجد بھاگلپور

موت یوں تو ہے سبھی کی خواہش کی ہمدم کی موت
ہوتی ہے سبکی علی قدر مراتب، عنبر کی موت
تاج فخر و آبروئے علم جس کی ذات ہو
درحقیقت موت اس عالم کی ہے عالم کی موت
آج بزم سُنیت میں کیوں نہ ہو ماتم بپا
موت عالم کی ہے گویا مفتی اعظم کی موت
سوگواری کا سماں دیکھا نہیں جاتا ہے آج
وائے حسرت یہ ہے درد عشق کے خوگر کی موت
سن کے رحلت کی خبر دنیا اندھیری ہو گئی
مفتی اعظم کی تھی کہ نیر عالم کی موت
کہہ رہا ہے ٹھیک کے پرچم اتقا کے حق کا
اے جہاں والو، ہے یہ وقت کا ادہم کی موت
آج طالب اہل سنت کیوں نہ ہوں ماتم گسار
ہے یہ جان رضویت شہزادۂ اکرم کی موت

دیگر
قطعہ تاریخ رحلت

چو طالب فکر می کردم
سن رحلت ہمی جستم
بفضل خالق عالم
بہ فیض سید اکرم
ندا آمد چہ روشن بد
دل تو مفتی اعظم
۱۴۰۲ھ ۱۹۸۱ء

مولانا عبدالواجد قادری
مفتی ادارۂ شرعیہ بہار

سوال۔ سنت مؤکدہ کسے کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کو مسلسل چھوڑتا ہو تو اس کیلئے شرع کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ سنت مؤکدہ اسے کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ جواز کیلئے کبھی ترک بھی فرمادیا ہو۔ اور اس کے کرنے کی تاکید بھی فرمائی ہو مگر جانب ترک بالکل مسدود نہ فرمادی ہو، اس کا کرنا ثواب اور نادراً چھوڑ دینا اساءت ہے اور جو مسلسل چھوڑتا ہو (عادی ہوگیا ہو) اس کے لئے استحقاق عذاب ہے۔ ھکذا حققھا صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ وھو تعالیٰ اعلم۔

سوال۔ فاسق معلن جو مسائل شرعیہ سے اچھی واقفیت رکھتا ہے کیا اسے مؤذن کے لئے بحال کیا جاسکتا ہے؟

جواب۔ فاسق معلن اگرچہ عالم و فاضل ہی ہو، اس کی اذان مکروہ ہے، بعض کتب فقہ میں اس کی اذان کو لوٹانے کا حکم ہے، لہٰذا فاسق معلن کو منصب مؤذن پر بحال کرنا ہرگز درست نہیں ہے، قال فی البحر وینبغی ان لایصح اذان الفاسق بالنسبۃ الی قبول قولہ والاعتماد علیہ الخ وھو تعالیٰ اعلم۔

سوال۔ پاجامہ یا لنگی کے نیچے لنگوٹ باندھ کر یا کٹوا (انڈرویر) پہنکر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب۔ پاجامہ وغیرہ کے نیچے کٹوا پہنکر نماز پڑھنے میں تو کوئی حرج ہی نہیں ہے اور لنگوٹ باندھ کر بھی نماز بلا کراہیت جائز ہے لنگوٹ میں جو کپڑا موڑ کر پیچھے کو س لیا جاتا ہے یہی اس کا طریقہ ہے اور اسی کے لئے وہ بنایا گیا لہٰذا اس کو کف ثوب نہیں کہیں گے، کف ثوب اسے کہتے ہیں کہ غیر معتاد (خلاف وضع) طریقہ پر موڑا یا کھرسا گیا ہو۔ مثلاً آجکل جوانوں میں یہ رواج سا ہوگیا ہے کہ پتلون یا پائجامے بہت نیچا پہنتے ہیں اور نماز کے وقت اس کے پائنچے کو اوپر کی جانب موڑ لیتے ہیں۔ یہ بے شبہ مکروہ ہے، پھر پتلون یا پاجامہ ٹخنے سے نیچا پہننے کی شناعت و قباحت الگ ہے۔ ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار ـ الحدیث

سوال۔ بعد نماز وتر، نفل کی دو۲ رکعتیں بیٹھکر پڑھنی چاہیئے یا کھڑے ہو کر؟

جواب۔ بلا عذر نفل نماز بیٹھکر پڑھنے میں وہ ثواب نہیں ہے جو کھڑے ہو کر پڑھنے میں ہے اور اس حکم میں تمام نوافل شامل ہیں۔ بعض لوگوں نے وتر کے بعد کی نفل کو اس حکم سے علیحدہ کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے کذا فی فتاویٰ امجدیہ۔ اور اگر کوئی بیٹھکر پڑھے جب بھی جائز ہے اگرچہ ثواب میں کمی ہوگی، ویجوز ان یتفضل القادر علی القیام قاعداً بلا کراھۃ فی الاصح ھندیہ ج۱ ص۱۱۲ وھو اعلم

سوال۔ خدا کی شان میں تعظیماً جمع کا صیغہ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں،،

جواب۔ حضرت حق جل شانہ کیلئے قرآن پاک میں ایک جگہ صیغۂ جمع کے ساتھ خطاب ہے۔ "رب ارجعون،، اگرچہ یہ خطاب زبان کافر سے ہے مگر علی حالہ باقی رکھا گیا ہے جو اس کے جواز پر دال ہے پس شان الوہیت واحدیت میں صیغۂ جمع کے استعمال میں حرج نہیں لیکن وہ واحد واحد و فرد ہے (جل جلالہ وعم نوالہ) تو صیغۂ واحد ہی بہتر و انسب ہے۔ کذا فی فتاویٰ رضویہ جلد خامس کتاب النکاح۔ وھو تعالیٰ سبحانہ اعلم۔

سوال۔ زید نے پنچوں کے اصرار و دباؤ پر اس مضمون کا خط لکھا کہ "اگر میں ہر مہینے اپنی بیوی ہندہ کو سو روپے اخراجات کیلئے نہ دوں تو وہ اپنے کو مطلقہ سمجھے،، لیکن آج تین مہینے سے زیادہ ہوگئے کہ زید نے ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔ کیا ایسی صورت میں ہندہ بقیہ عدت کے ایام گذار کر دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟

جواب۔ ہندہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی وہ زید کی قید زوجیت میں ہے، دوسرا نکاح کرنا حرام ہے۔ قال امام اھل السنۃ مجدد الملۃ فی فتاواہ عن الخانیہ ص۳۹ ج۵ ، وقد صرح بالجزئیۃ فی الخانیۃ حیث قال احسبی انک طالق لایقع وان نوی وھو اعلم

سوال۔ استنجا کسے کہتے ہیں؟ کیا صرف ڈھیلے سے پاکی حاصل ہوجاتی ہے، یا پانی و ڈھیلہ دونوں ضروری ہے؟ سنت کیا ہے اور افضل کیا ہے؟ کیا استنجا کا طریقہ عورت و مرد دونوں کیلئے یکساں ہے؟ ـــــــ سردار شاہ گمبلی (کرناٹک)

جواب۔ بعض نجاستوں سے پاکی حاصل کرنے کو استنجا کہتے ہیں، "ما یطھر به النجس،، (فتاویٰ ھندیہ ص۴۸ ج۱) اگر نجاست مخرج کے ارد گرد ایک درم سے زیادہ نہ پھیلی ہو تو صرف کلوخ (ڈھیلے) سے بھی طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ قال فی العالمگیریۃ ... یجوز الاستنجاء بنحو حجر منق ... الخ اور ایسی صورت میں گھٹنے اور ان کو کھولے بغیر ڈھیلے کے بعد پانی سے دھوڈالنا افضل ہے۔ "والاستنجاء افضل ان امکنہ ذلک من غیر کشف العورۃ الخ عالمگیری ص۴۸ ج۱ ڈھیلے یا پانی میں سے جس ایک کے ساتھ بھی پاکی حاصل کی جائے سنت ادا ہوجائے گی۔ البتہ دونوں کا جمع کرنا افضل ہے۔ ھکذا احققہ امام اھل السنۃ فی فتاواہ ص۱۴۹ ج۲ عن الحلیۃ ورد المختار وغیرھما، وقال فی الھندیہ والافضل ان یجمع بینھما کذا فی التبیین ـــــ

حصول طہارت میں عورت و مرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے البتہ عورتوں کیلئے کلوخ سے بہتر کپڑا ہے، اور اگر کلوخ ہی استعمال کرنا چاہے جب بھی جائز ہے لیکن ابتداءً آگے سے پیچھے لیجائے (تاکہ ایک جگہ کی ناپاکی سے دوسری جگہ ملوث نہ ہو) جیسے مرد موسم سرما میں کرتے ہیں،، والمرأۃ تفعل فی جمیع الاوقات مثل ما یفعل الرجل فی الشتاء الخ (عالمگیری) وھو تعالیٰ اعلم۔

سوال۔ آجکل بعض مذہبی دفاتر میں بھی کوئی کام رشوت (گھوس) کے بغیر نہیں ہوتا ہے کیا شرع میں اس کی اجازت ہے؟ ـــــــ جمال حسین گریڈیہہ (بہار)

جواب۔ مذہبی دفاتر ہوں یا غیر مذہبی کہیں بھی رشوت دینا لینا یا رشوت کے لئے آمادہ کرنا ہر طرح حرام ہے۔ قال تعالیٰ عزوجل، لَا تَاْکُلُوْۤا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِھَاۤ اِلَی الْحُکَّامِ ۔ رشوت، صداقت، وحقیقت اور معیشت کی بربادی کا دوسرا نام ہے حق پوشی و باطل کوشی کا سرنامہ ہے اسی لئے رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں ہی جہنم کے ایندھن ہیں۔ الراشی والمرتشی فی النار ـــ وھو تعالیٰ اعلم۔

سوال۔ ہندہ کی شادی زید کے ساتھ تقریباً بارہ سال قبل ہوئی۔ ہندہ کئی بچوں کی ماں بھی بن چکی ہے۔ آپسی تنازعہ کے باوجود ہندہ اپنے شوہر کے ساتھ گذر بسر کرتی رہی۔ کسی وجہ سے زید نے ہندہ کو اس کے میکہ پہونچا دیا جس کو چار سال کا عرصہ گذر رہا ہے۔ نہ زید خود آتا ہے نہ ہی نفقہ نان کا خرچ بھیجتا ہے۔ ہندہ کے غریب والدین نے چاہا کہ جب زید و ہندہ میں نباہ مشکل ہے تو زید طلاق دیدے مگر کسی طرح زید طلاق دینے پر بھی راضی نہیں ہے۔ ایسی صورت حال میں ہندہ کیا کرے، کیا شرع میں اس کیلئے کوئی گنجائش ہے؟ (محمد قمر الدین خاں کھیری ضلع بلیا یوپی)

جواب۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم دیا ہے،، وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ الآیتہ " اگر زوجین کے حالات ناگفتہ بہ ہوجائیں اور نباہ ناممکن ہو تو خوش اسلوبی کے ساتھ علیحدہ کردینے کا بھی حکم موجود ہے، (بقیہ ص۳۶ پر)

مستقل کالم

چمن چمن کے پھول

بارگاہ مفتی اعظم ہند میں ملک کے اخبارات وجرائد کا خراج عقیدت

آفتاب علم وعرفان کا غروب (روزنامہ سیاست جدید کا خصوصی اداریہ)

تاجدار ملت، فخر اہلسنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، سراپا خیر وبرکت حضرت مولانا الحاج الشاہ ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری مفتی اعظم ہند کی وفات حسرت آیات نہ صرف ہندوستان کے تمام اسلامیان اہلسنت بلکہ سارے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت بریلوی سے وابستہ کروڑوں افراد کے لئے صدمۂ جانکاہ کی حیثیت رکھتی ہے (اناللہ وانا الیہ راجعون)

عارف باللہ، مرد حق آگاہ حضرت مفتی اعظم کی ذات ستودہ صفات نے چودھویں صدی ہجری میں آسمان علم وعرفان کے ایک آفتاب عالمتاب اور گلشن فضل وکمال کے ایک گل سر سبد کی حیثیت سے جس طرح آپنے عالم کو اپنے فیضان انوار وحکمت سے مالامال فرمایا اس کا اعتراف نہ کرنا کھلی ہوئی احسان ناشناسی ہوگی، شہیر عرب وعجم فقیہ عصر امام اہلسنت، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا الحاج الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ شہزادے ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کو پیدا ہوئے اور تقریباً ۹۲ سال کی عمر شریف میں ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کو جان شیریں جان آفریں کے سپرد فرماکر راہیٔ عالم بقا ہوئے تو ایک زمانہ کو سوگوار، بیقرار اور اشکبار کر گئے۔

مرحوم مفتی اعظم ہند کی ولادت باسعادت کے موقع پر وقت کے ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت روحانی رہنما حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ نے مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہوئے نومولود کا نام نامی اور اسم گرامی "ابوالبرکات محی الدین جیلانی" رکھا تھا اور فرمایا تھا "یہ بچہ بہت ہی مبارک ہے دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا۔ اس کی ذات سے مخلوق خدا کو بہت فیض پہونچے گا۔ یہ بچہ ذکی ہے نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔

دین ودیانت اور قرآن وسنت کی پرخلوص اور مخلصانہ خدمت میں ایک عمر گزارنے کے بعد آج ہمارے درمیان سے اٹھ گئے ہیں تو نیک نیتی اور دیانت داری سے ہم ان کی ۹۲ سالہ حیات طیبہ ایک بڑے حصہ کا جائزہ لیں تو اس نذرانہ عقیدت وخراج محبت ہی نہیں بلکہ اعتراف حقیقت پر مجبور ہونا پڑے گا کہ حضرت نوری میاں کی بشارت حرف بحرف درست ثابت ہوکر رہی۔ وہ علم ظاہر کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر اور علم باطن کے کوہ گراں کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے بے شمار فضل وکمال کو اپنی باعظمت سادگی اور پروقار خاموشی میں چھپا رکھا تھا کسی بھی جماعت کو ایسی صاحب علم اور اقبال مند شخصیت کہیں صدیوں میں میسر آتی ہے۔ وہ کشور علم کے شہنشاہ، اقلیم روحانیت کے تاجدار اور مملکت بصیرت وبصارت کے فرماں بردار ہی نہیں بلکہ ایک منبع جود وسخا اور مصدر فیض وعطا بھی تھے۔ ؎

بستی ہیں جس کے دم سے محبت کی بستیاں
پیدا ہر روز کہاں ایسی ہستیاں

کرتی ہیں عام دہر میں جو حق پرستیاں
دیتی ہیں جو دلوں کو وفاؤں کی مستیاں

ہاں ملتی ہے ارجمند زمیں جن کے نور سے
ملتا ہے زندگی کو یقیں جن کے نور سے

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مرحوم کی روح پرفتوح کو اپنے فضل بے پایاں اور کرم بیکراں سے سرفراز فرمائے اور ان کے پسماندگان کو جن میں بلا مبالغہ پوری دنیائے سنیت شامل ہے صبر جمیل سے نوازے (آمین بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

حضور مفتی اعظم کے نماز جنازہ میں عوام وخواص کا ہجوم بجوم

روزنامہ سیاست جدید۔ کانپور

بریلی ۱۲ نومبر:۔ علمائے دین مفتیان شرع متین، اولیائے کرام اور مشائخ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سرزمین بریلی سال میں عرس مبارک کی کئی تقریبات سے سرفراز ہوتی ہے اور ان میں ہزار ہا عقیدت مندوں کا مجمع ہوتا ہے خاص طور پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے عرس مبارک کے موقع پر تو محلہ سوداگران کے گلی کوچوں میں تل دھرنے جگہ نہیں ہوتی مگر آج یہاں عقیدت ومحبت کے جذبات سے سرشار علمائے کرام، مشائخ عظام اور محترم وقابل احترام خواص وعوام کا زبردست ہجوم بجوم دیکھا گیا۔ وہ اس شہر کی تاریخ کا ایک عجیب واقعہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی وفات کے بعد چشم فلک نے اتنا بڑا مجمع اس سرزمین پر اب تک نہیں دیکھا تھا۔

عقیدت مندوں کا سیلاب

چہار شنبہ اور پنج شنبہ کی درمیانی شب میں ایک بجکر ۴۰ منٹ پر حضرت مفتی اعظم ہند الحاج الشاہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے داعیٔ اجل کو لبیک کہنے کی خبر وحشت اثر پنج شنبہ کو دن چڑھتے، اناؤنسمنٹ، ریڈیو اور خبر رساں اداروں وغیرہ کے وسیلے سے نہ صرف ملک کے طول وعرض میں بلکہ تقریباً ساری دنیا میں پھیل چکی تھی اور ہر جگہ عقیدت مند غم واندوہ میں ڈوب کر سوگوار اور اشکبار ہو گئے تھے۔ اور حضرت مرحوم کے نماز جنازہ وتدفین میں شرکت کے لئے بسوں، ٹرینوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ کاروان در کاروان بریلی کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ قرب وجوار کے شہروں، قصبات اور مواضعات کے لوگ تو بسوں اور سائیکلوں کے ذریعہ یا پاپیادہ ہی چل پڑے تھے اور ہر طرف سے غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے عقیدت مندوں کا ایک سمندر بریلی شریف کی طرف موجزن نظر آرہا تھا، چنانچہ کل دس، گیارہ بجے دن ہی سے سارے بریلی شہر میں عقیدت مندوں کا سیلاب امنڈتا نظر آرہا تھا۔ خاص طور پر حضرت مرحوم کے مکان واقع محلہ سوداگران کے گلی کوچے پوری طرح لبریز ہو گئے تھے۔ آج نماز جمعہ کے وقت تک عقیدت مندوں کا تانتا بندھا رہا، کانپور، الہ آباد، بنارس، آگرہ، علیگڈھ، شاہجہاں پور، رام پور اور مرادآباد وغیرہ سے بڑی تعداد میں لوگ خصوصی بسوں کے ذریعہ آئے تھے۔

نماز جنازہ

آج بعد نماز جمعہ حضرت مرحوم کی نماز جنازہ اسلامیہ کالج کے وسیع وعریض میدان میں ہوئی جس میں لاکھوں عقیدت مندوں نے شرکت کی ان میں ملک اور بیرون ملک نامور اور ممتاز علمائے کرام بھی تھے۔ اور ہزار ہا قلوب پر حکومت کرنے والے مشائخ عظام بھی ساتھ ہی ساتھ عقیدت ومحبت کے پرخلوص جذبات سے سرشار محترم وقابل احترام خواص عوام بھی اس سے قبل حضرت کی میت کو انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ اسلامیہ کالج کے میدان تک پہونچایا گیا تھا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر پہونچ کر جو ساری دنیا کے اسلامیان اہل سنت کا ایک مرکز عقیدت ہے۔ عقیدت مندوں کے اس عظیم الشان مجمع نے علم ظاہر کے بحر بیکراں اور علم باطن کے کوہ گراں کو آغوش لحد کے سپرد کر دیا اور پھر انتہائی عقیدت ومحبت کے ساتھ فاتحہ خوانی اور صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ ؎

متاع زندگی جس نے لٹا دی جان رحمت پر
خدا کی رحمتوں کے پھول برسیں ان کی تربت پر

(آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ولی ابن ولی رخصت ہو گئے

ہفت روزہ "روداد چمن" پیلی بھیت

ہیں آپ فقیہ اور ولی ابن ولی بھی
یوں کہتا ہے ہر ایک بشر مفتی اعظم

اس معمورۂ ہست وبود میں نہ جانے کتنی جلیل وجمیل ہستیوں نے منازل حیات طے کئے اور رخصت ہوگئیں۔ یقیناً بعض موت گھر والوں کیلئے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن کسی کے ماتم میں یہ کہتے نہیں سنا گیا کہ آہ! تمہارے جانے سے دنیا سونی ہوگئی۔ لیکن جب بریلی کی سرزمین پر ۱۲ رنومبر ۸۱ء کو جمعرات کی شب میں ایک بجکر ۴۰ منٹ پر تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت ولی ابن ولی سراپا خیر وبرکت حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل والرحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری رضوی نوری نے پردہ فرمایا یعنی آسمان علم وفضل کے آفتاب عالمتاب کا غروب ہوا تو اپنا پرایا ہر ایک سوگوار بن گیا اور دنیا کے ہر ہر گوشہ سے یہ چیخیں بلند ہوئیں کہ آہ تمہارے پردہ فرما جانے سے دنیا سونی ہوگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ؎

جس کی عظمت پاؤں اپنا آسمان پہ دھرتی ہے
خاک پا سے جس کی مانگ اپنی ثریا بھرتی ہے
چھن گیا ہم سے وہ اک محبوب ارباب نظر
زندگی کیا موت بھی جس کی ادا پہ مرتی ہے
ایسے بھی کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ جن کی موت پر
زندگی خود اشک برساتی ہے گریہ کرتی ہے

حضور مفتی اعظم ہند کے داعیٔ اجل کو لبیک فرمانے کی جہاں جہاں جس کو خبر ملی اس کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور ہر ایک غمزدہ دل پکار اٹھا کہ آہ! میرے مرشد تمہارے جانے سے دنیائے یتیم ہوگئی!

بقیہ:۔ قطب مدینہ ....

وصال شریف کے وقت کے عینی شاہد اور حضرت شیخ کے خادم خاص جناب ابوالقاسم صاحب قادری ضیائی نے اپنے خط میں جو واقعات تحریر فرمائے ہیں وہ انتہائی پراسرار، ایمان افروز، اور رقت انگیز ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ وصال شریف کے ایک ہفتہ قبل ہی سے حضرت پر استغراقی کیفیت طاری رہنے لگی تھی لیکن اس حالت میں بھی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ جمعرات کا دن گذار کر شب میں عجیب وغریب واقعات کا ظہور ہوا۔ رات ڈھل جانے کے بعد حضرت اپنے اردگرد بیٹھنے والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے ارشاد فرمایا۔ جگہ دو! ـــ ہمارے مشائخ کرام تشریف لا رہے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد زبان کھلی اور حکم ہوا۔ مؤدب ہو جاؤ! سرکار غوث الوریٰ جلوہ فرما ہونے والے ہیں ـــ حضور تشریف لائیے! اپنے غلام کی دستگیری فرمائیے!!

پھر کچھ دیر کے بعد متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ حضرت خضر علیہ السلام کیلئے جگہ خالی کردو۔ وہ ایک مسکین بندے کو عرفان و ایقان کے جلوؤں سے سرفراز کرنے آ رہے ہیں۔

پھر کچھ ہی وقفہ گزرا تھا کہ ایک نہایت رقت انگیز اور دھیمی آواز کان میں آئی آنکھیں اشکبار تھیں اور چہرے پر مسرت کی روشنی چمک رہی تھی۔

حضور! نقاہت کی وجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہے۔ ورنہ کھڑے ہوکر تعظیم بجا لاتا ـــ اے خوشا نصیب کہ جلوؤں میں نہلا دیا گیا۔ الصَّلوٰۃُ والسَّلامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔

راوی کا بیان ہے کہ جمعہ کی رات اسی عالم کیف و نور میں گزری۔ صبح کے وقت طبیعت نہایت ہشاش بشاش تھی۔ ۱۲ بجے دن کے وقت میں نے دودھ کا ایک گلاس پیش کیا پہلے تو حضرت نے انکار فرمایا لیکن جب میں نے شہد ملاکر اہل مدینہ کا یہ محاورہ عرض کیا۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْبِ وَاشْرَبُوا الْحَلِیْبَ

حبیب پر درود بھیجئے اور حلیب (دودھ) نوش فرمائیے۔

تو اس جملے پر دیر تک ہونٹ جنبش کرتے رہے۔ اس کے بعد تھوڑا سا دودھ نوش فرمایا اس کے چند ہی منٹ کے بعد دستگیر انس و جاں سرکار غوث جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقۂ جیلانیہ کے خطیب صاحب الفضیلۃ حضرت شیخ صبیح دامت برکاتہم القدسیہ تشریف لائے اور آپ سے ملاقات کی۔

یہ آخری شخص تھے جن سے حضرت شیخ نے ملاقات فرمائی تھی۔ اس کے بعد وہ کسی سے نہیں ملے۔ بارگاہ غوثیت سے حضرت شیخ کو جو عظیم نسبت حاصل تھی یہ اسی کی برکت تھی کہ عین دم واپسیں کے وقت حلقۂ قادریہ کے ایک شیخ کامل نے انہیں رخصت کیا۔

ابھی وہ جلوہ فرما ہی تھے کہ چند منٹ کے بعد حضرت شیخ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی ایک دھیمی آواز کان میں آئی اور ہمیشہ کیلئے وہ زبان خاموش ہو گئی جس کے الفاظ چمن چمن بکھرے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ کے وصال کی خبر سارے مدینہ میں بجلی کی لہر کی طرح دوڑ گئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد علماء و مشائخ اور سادات کرام سے سارا گھر بھر گیا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے والوں کے ہجوم سے گلی میں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔

عصر کے وقت حضرت کو غسل دیا گیا۔ غسل دینے والوں میں حضرت شیخ کے جانشین و جگر گوشہ مظہر ضیا حضرت مولانا الحاج فضل الرحمٰن صدیقی، نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا ریحان رضا خاں عرف رحمانی میاں، حضرت مولانا قاری مصلح الدین صدیقی۔ حضرت مولانا مفتی نور اللہ صاحب محدث بصیرپوری اور یونان میں حضرت شیخ کے خلیفۂ ارشد مولانا اشرف القادری اور حضرت کے خادم خاص مولانا ابوالقاسم ضیائی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

غسل دیتے وقت حضرت کے جسم کے اس حصہ سے جہاں بحالت مرض انجکشن دیا گیا تھا۔ جلد کھل جانے کی وجہ سے تازہ خون بہنے لگا جسے بڑی مشکل سے بند کیا گیا۔ حضرت کی یہ زندہ کرامت دیکھکر لوگ ششدر رہ گئے اور دلوں میں یہ اعتقاد راسخ ہو گیا کہ اللہ والے مرکر بھی زندہ رہتے ہیں ـــ

غسل کے بعد حلقۂ قادریہ مدینہ طیبہ شاخ کے احباب اور حضرت شیخ کے متوسلین و اقارب نے حضرت کو کفن پہنایا۔ سر مبارک کے نیچے روضۂ پاک کے حجرۂ شریفہ کی خاک اور روضۂ پاک کا غلاف رکھا گیا۔ کفن پر گنبد خضریٰ کا غسالہ اور عطر چھڑکا گیا اور خوشبودار پھول ڈالے گئے۔

بعد نماز عصر مسجد نبوی شریف کے ریاض جنت میں شام کے تاج المشائخ عارف باللہ حضرت شیخ محمد علی مراد کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں انڈونیشیا، الجزائر، ترکی، مصر، شام، حجاز مقدس، جزائر عرب، ہند و پاک، اور عرب و عجم کے بہت سارے بلاد و امصار کے علماء مشائخ اور عامۂ مسلمین نے شرکت کی۔

نماز کے بعد ہزاروں ہزار مجمع عشاق کے ساتھ جنازۂ مبارکہ کا جلوس تہلیل و تکبیر کے ساتھ مدینہ کے قبرستان جنۃ البقیع کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں اہل بیت اطہار کے مزارات طیبات کے پہلو میں حضرت کی لحد پہلے سے تیار تھی۔

حضرت شیخ کو ان کے جگر گوشہ اور جانشین حضرت مولانا فضل الرحمٰن صدیقی نے خلفاء، اعزہ، اور ممتاز علماء و مشائخ کے تعاون سے لحد میں اتارا۔

عینی شاہد کا بیان ہے کہ لحد میں جب حضرت شیخ کے چہرے سے کفن ہٹایا گیا تو دیکھنے والوں پر ایک حیرت کا عالم طاری ہو گیا۔ اتنا حسین، پرنور، اور شگفتہ چہرہ زندگی میں انہوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بیساختہ لوگوں کی زبانوں سے تسبیح و تہلیل کی آواز بلند ہو گئی۔ بلاشبہ چہرے پر انوار کی مچلتی ہوئی تجلی ایک پیکر عشق و وفا کی سچائی حق پرستی، اور محبوبیت کی کھلی ہوئی دلیل تھی۔

ٹھیک اس وقت جبکہ مدینہ کے افق پر آفتاب کی زرد ٹکیہ ڈوب رہی تھی۔ دنیائے اسلام و سنیت کا مہر تاباں لحد کے آغوش میں غروب ہو گیا۔

سند گل منزل شبنم ہوئی
دیکھ رتبہ دیدۂ بیدار کا

بقیہ:۔ دارالافتاء:ـــ

"فَامْسِکُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔ الآیۃ۔ زید بے قید جو نہ اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے نہ ہی اس کو چھوڑتا ہے اور نہ نان نفقہ کا خیال کرتا ہے، عندالشرع ظالم و جفا کار، معصیت شعار اور مستحق عذاب نار ہے۔ قال عزوجل، "وَلَا تُمْسِکُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ (الآیۃ) نکاح کی گرہ اگرچہ مرد ہی کے ہاتھ میں ہے، بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ۔ لیکن بعض ناگزیر حالتوں میں ایسی مظلوم عورتوں کو قاضی شریعت سے تفریق و تطلیق کے مطالبہ کا حق حاصل ہے اس لئے ہندہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کالمعلقہ اور معدومۃ النفقہ ہونے کی بنیاد پر قاضی شریعت ادارۂ شرعیہ پٹنہ ۶ کی خدمت میں استغاثہ پیش کرکے فسخ نکاح کا مطالبہ کرے، کارروائی کے بعد قاضی شرع کا جو فیصلہ ہوگا وہ فریقین کیلئے واجب القبول ہوگا قضاء القاضی حجۃ"، وھو تعالیٰ اعلم۔